حیرت زار
عطا کاکوی

ز حیرتِ دل بند قبائے تو کشودم
آئینہ گری کارِ کمی نیست دریں جا

حیرت زار

ابو المعانی مرزا عبد القادر بیدل

حالاتِ زندگی، کلام پر نقد و نظر
اور

انتخاب کلام

مرتبہ

سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
سابق رئیس ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ
سابق صدر شعبۂ فارسی دانشگاہ، پٹنہ

اشاعتِ اول	۱۰۰۰ جنوری ۱۹۵۶ء
اشاعتِ دوم	۱۰۰۰ جنوری ۱۹۸۱ء
طابع	دی آرٹ پریس سلطان گنج پٹنہ ۶
ناشر	مصنف

قیمت بارہ روپے

تقسیم کار: عظیم الشان بک ڈپو
سلطان گنج، پٹنہ ۶

باکہ باید گفت بیدل ماجرائے آرزو
آنچہ دل خواہِ من است از عالمِ ادراک نیست

فہرست

پیش لفظ

بیدلؔ آں شعلہ کہ از بزم چراغاں گرم است
یک حقیقت بہ ہزار آئینہ تاباں شدہ است

بیدلؔ کی شاعری کا پس منظر اس کا یہی شعر ہے اسی آئینہ خانہ میں بیدلؔ حیرت زدہ کھڑا ہے۔ اس کے کلام کا مطالعہ کیجیئے، معلوم ہوتا ہے ایک نہ بجھنے والی پیاس ہے، ایک نہ ختم ہونے والی تمنا ہے، ایک منزل نا آشنا تجسس ہے جو سارے کلام میں جاری و ساری ہے۔ وہ اپنی ہستی کو ذات مطلق میں گم کرنا نہیں چاہتا اسکا مسلک تو یہ ہے کہ "تو در آغوشی و من کشتۂ از دید نہا" اسکو آسودگی پسند نہیں۔ ایک اضطراب مسلسل ایک جدوجہد کا جذبہ ہے جو ہر جگہ کار فرما ہے۔

بہشت کی راحت جاوید اس کو کہاں پسند ہے؟ ؎

گویند بہشت است ہمہ راحت جاوید
جائیکہ بہ داغت نہ طپد دل چہ مقام است

ہنگام وصل میں بھی وہ زحمت انتظار کا شیدائی ہے ؎

محو یاریم و آرزو باقیست ٭ وصل ما انتظار را ماند

اسکے سارے کلام میں ایک جوش و خروش ہے ایک ولولہ ہے ایک تڑپ ہے۔

؎ ہر غبارے کہ دریں عرصۂ طوفاں برخاست
ہمہ از شوخی و بیباکی جولاں برخاست

اسکی نگاہ مطالعہ فطرت کے لئے وا ہے، ہر ذرہ اپنی زبان خموش سے سخن طراز ہے۔ ع

از زمیں تا بہ آسماں سخن است

اس کے سمجھنے کے لئے چشم بصیرت درکار ہے۔ ع

چشم وا کردن ز زمیں تا آسماں فہمیدن است

بیدلؔ کو سکون پسند نہیں۔ کائنات کی ہر چیز متحرک ہے۔ سفر میں ہے یہاں تک کہ

ہر کجا نکہت گل پیرہن رنگ درید
نیست پوشیدہ کہ از خود سفرے می خواہد

اس کا مسلک ہی یہی ہے کہ ع

عمر آسودگی ما بہ سفر می گذرد

غالبؔ نے بھی یہیں سے یہ درس لیا کہ ع

زہے روانیٔ عمرے کہ در سفر گذرد

اقبالؔ نے بھی یہیں سے یہ سبق پڑھا ع

ہستم اگر می روم گر نہ روم نیستم

عظمت انسانی اقبالؔ کی شاعری کا محور ہے مگر اس کا سرچشمہ بیدلؔ ہی کا کلام ہے۔

ہر دو عالم خاک شد تا بست نقش آدمی
اے بہار نیستی از قدر خود آگاہ باش

بے خودی میں بھی وہ اپنے خودی کو برقرار رکھنا چاہتا ہے ع

بہ دریا ہیچو گوہر خلوت از انجمن دارم

خودداری اور شان استغنا کی مثال غالبؔ کے یہاں بھی ملتی ہے۔ ع

الٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

اور اقبالؔ کے یہاں ؎

گدائے میکدہ کی شان بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبو

مگر بیدلؔ کس غضب کے انداز میں کہہ گیا ہے ؎

در بہائے فردوس دا بود امروز
از بے دماغی گفتیم "فردا"

مختصر یہ کہ بیدلؔ کے کلام میں جو جذبہ کارفرما ہے وہ اس کے دلی جذبات و مشاہدات کا پرتو ہے۔ اس کی شاعری تمام تر جذباتی ہے، محض تخیلی نہیں اسی لئے اس میں بڑی کیفیت ہے۔ غالبؔ نے بھی اس کا رنگ اختیار کرنا چاہا مگر چونکہ وہ اس جذبے سے محروم تھا اسی لئے بیدلؔ کے نقش قدم پر چلنا اس کے لئے قیامت ہو گیا۔ وہ آگ جو بیدلؔ کے دل میں لگی ہوئی تھی، وہ سوز جس سے اس کا دل و جگر برشتہ تھا وہ غالبؔ کے یہاں کہاں؟

اقبالؔ پر بیدلؔ کا پرتو بڑی حد تک پڑا ہے۔ مجھے حیرت تو اس بات پر ہے کہ شبلیؔ جیسا ناقد اور فارسی کا شاعر بیدلؔ کے کلام کی عظمت سے آگاہ نہ ہو سکا عام تذکرہ نویس بیدلؔ کی عظمت کے قائل تو نظر آتے ہیں مگر اس کی روح شاعری تک اب تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔ میں نے اس انتخاب میں اس

کی کوشش کی ہے کہ مختصر پیمانہ پر قارئین بیدلؔ کے کلام سے آشنا ہو جائیں اور ایک اجمالی خاکہ ان کی نگاہوں کے سامنے پیش ہو جائے۔ ورنہ بیدلؔ کا کلام تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے اس کی شناوری آسان نہیں۔

بیدلؔ سراپا صوفی شاعر ہے مگر اس کے تصوف میں حرکت ہے انجماد نہیں۔ جوش ہے سکون نہیں۔ ولولہ ہے مایوسی نہیں، پیغامِ عمل ہے بے دست و پائی نہیں فطرت کی جلوہ سامانیاں، حقیقت کی نور افشانیاں، کائنات کی بوقلمونیاں، تحیر کی آئینہ سامانیاں بیدلؔ کے کلام کے اہم اجزا ہیں۔ الفاظ کی رنگینی، معانی کی حسن آفرینی، لب و لہجہ کی ہم آہنگی سب نے مل جل کر کلام بیدلؔ میں سحر آفرینی کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جس سے متقدمین سے لے کر متاخرین تک کا کلام خالی ہے۔ بیدلؔ کو شوکت بخاری اور جلال اسیر کا ہمنوا سمجھنا نہ صرف بیدلؔ کی توہین ہے بلکہ خود اپنی بد ذوقی کا برملا اعلان بھی ہے

اب بیدلؔ ہی کے ایک شعر پر اپنا پیش لفظ ختم کر کے قارئین کو کلام بیدلؔ کے مینا خانہ کی سیر کی دعوت دیتا ہوں ؎

نزاکتہاست در آغوش مینا خانۂ حیرت
مژہ برہم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را

حالاتِ زندگی

بیدل کے حالاتِ زندگی کا سب سے پہلا اور مستند ماخذ تو خود اس کی نثری تصنیف "چہار عنصر" ہے جس کو اس نے سنہ ۱۰۹۵ھ میں لکھنا شروع کیا جب اس کی عمر چالیس سال کی تھی اور یہ تصنیف سنہ ۱۱۱۶ھ میں ختم ہوئی جب اس کی عمر باسٹھ سال کی تھی۔ اس کو صحیح معنوں میں سوانح عمری تو نہیں کہہ سکتے مگر یہ اس کی آپ بیتی ہے جس میں اس نے اپنی زندگی کے نقوش کو جستہ جستہ اجاگر کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے بیدل کے فطری رجحان، ذوقِ تصوف، صوفیائے کرام اور اہل اللہ سے کسبِ فیض، سفر کے حالات، تاثرات، مشاہدات اور وارداتِ قلبی و روحانی کا حقہ پتا چلتا ہے۔ دوسرا ماخذ اس کے رقعات ہیں جو اس نے وقتاً فوقتاً اپنے قدر دانوں اور محبوں کو دل سوزی اور تعلق خاطر کی بنا پر لکھے ہیں۔ تیسرا ماخذ اس کا کلام ہے جس کا بالاستیعاب مطالعہ بہت سی کیفیتوں اور مشاہدوں کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ چوتھا ماخذ اس دور کے تذکرے ہیں جن میں بیدل کے حالات مستند طور پر دستیاب ہوتے ہیں۔ ان سب کے باوجود بیدل کی زندگی کے بہت سے گوشے پردۂ تاریکی میں ہیں اور ان کی صحیح طور پر نشان دہی

ممکن نہیں۔

نسب اور آبا و اجداد

یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ ہندوستان کے تین عظیم المرتبت فارسی زبان کے شاعر ہوئے اور تینوں کے تینوں غیر ایرانی یعنی ترکستان سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلا خسرو ترکی النسل قبیلہ لاچین کا، دوسرا بیدل قبیلہ ارلاس کا، اور تیسرا غالب قبیلہ ایبک کا۔ اس کا پتا نہیں کہ بیدل کا قبیلہ ہندوستان کب آیا مگر قیاس یہ جاتا ہے کہ ترکی قبائلوں کی باہمی نزاع اور کش مکش کے باعث یہ قبیلہ وہاں سے منتقل ہو کر مغلیہ دور کے عہد زریں میں اکبر آباد پہنچا ہو کیونکہ خوشگو نے بیدل کو اکبر آبادی الوطن لکھا ہے۔ بیدل کے والد مرزا عبدالخالق سپاہی پیشہ تھے وہ شاہجہاں کے بیٹے شجاع کی فوج سے وابستہ تھے۔ اس وقت شجاع بنگال کا صوبہ دار تھا۔ مرزا عبدالخالق نے یہیں بنگال میں توطن اختیار کر لیا اور راج محل میں رہنے لگے۔ یہیں بیدل پیدا ہوئے

بیدل کی جائے پیدائش

ابھی حال تک یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ بیدل کا مسقط الراس کہاں ہے۔ کسی نے اکبر آباد، کسی نے لاہور، کسی نے بخارا بتایا اور بہتوں نے ان کو عظیم آبادی لکھا اور اسی نسبت سے بیدل عظیم آبادی کہے جانے لگے۔ بیدل نے اپنی جائے پیدائش نہیں بتائی مگر بیدل کا ایک رفیق جو عرصہ تک اس کے ساتھ ساتھ رہا اس کا بیان ہے کہ بیدل کی پیدائش بنگال کے مقام اکبر نگر عرف

راج محل میں واقع ہوئی جو بہار اور بنگال کے سرحد پر ہے۔ اس دور میں بنگال اور بہار گویا ایک ہی گھر کے دو آنگن تھے اس لئے بیدل کے والد اور چچا (مرزا قلندر) برابر بہار آتے جاتے رہے۔ یہاں اکثر قیام بھی رہا اور عظیم آباد (پٹنہ) بہار کا مرکزی مقام تھا۔ بیدل بھی آتے جاتے رہے۔ اور اکثر یہاں قیام بھی رہا اس لئے ان کا عظیم آبادی مشہور ہو جانا مستبعد نہ تھا۔ اب یہ بات محقق طور پر ثابت ہو گئی کہ بیدل کی پیدائش بنگال کے مشہور مقام راج محل میں ۱۰۵۴ھ میں واقع ہوئی۔

تعلیم و تربیت

مرزا عبدالخالق فوجی ملازمت سے دست بردار ہو کر صوفی منش ہو گئے۔ ترکِ لباس کیا اور حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ سے طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ یہ بزرگ رانی ساگر میں مقیم تھے جو آرہ شہر سے اٹھارہ میل اور پٹنہ سے تقریباً ساٹھ میل پچھم واقع ہے۔ کبرسنی میں مرزا عبدالخالق کو اللہ نے ایک فرزند عطا کیا جس کا نام انہوں نے اپنے قادریہ مسلک کی رعایت سے عبدالقادر رکھا۔ ان کے ایک دوست نے لفظ "انتخاب" اور "فیض قدس" سے مادہ سالِ ولادت نکالا "تائید غیبی اور فیض قدسی ست عبدالقادر انتخاب روزگار" ہوئے ابھی ساڑھے چار سال ہی کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ ان کی آغوش تربیت میں بیدل نے حروف تہجی سیکھ کر ناظرہ قرآن بہت کم سنی ہی میں پڑھ لیا۔ اس وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔ اسی زمانے میں ماں نے بھی داغ مفارقت

دیا۔ اب یہ بے ماں باپ کا بچہ اپنے شفیق چچا مرزا قلندر کے زیر تربیت آ گیا۔ مرزا قلندر شہزادہ شجاع کی فوج میں ملازم تھے۔ بڑے قوی ہیکل اور بہادر، مگر تھے ان پڑھ۔ بھتیجے کو کیا پڑھاتے مگر پڑھانا ضروری تھا اس لئے ان کو مدرسہ میں داخل کیا۔ بیدل ابھی ابتدائی کتابیں ہی پڑھ رہے تھے کہ ایک دن مرزا قلندر جو مدرسہ گئے تو دیکھا دو معلمین (یا متعلمین) آپس میں بحث و مباحثہ اور پھر مجادلہ میں مصروف ہیں۔ یہ سماں دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا کہ ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملا
کارِ طفلاں خراب خواہد شد

بھتیجے کو وہاں سے نکال لائے۔ اس کے بعد انہوں نے بیدل کو اساتذہ کے دواوین اور صوفیائے کرام کی تصانیف مطالعہ کرنے اور روزانہ اپنے مطالعہ کی روداد بیان کرنے کو کہا۔ اس طرح بیدل کے ذہن کی جلا اور افکار کی رفعت ہوتی گئی۔ مرزا قلندر بھی صوفی منش تھے اور شاہ کمال قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ اس لئے بیدل کا بھی شاہ صاحب کے یہاں رانی ساگر آنا جانا ہوتا رہا اور اکثر قیام بھی رہا۔ اس طرح صوفیانہ ماحول اور درویشانہ زندگی کا اثر بیدل کی طبیعت میں رچ بس گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مدرسہ کی تعلیم نے وہ نہ کیا جتنا بزرگوں کے فیضانِ نظر نے ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

رانی ساگر سے قریب ہی ایک مجذوب شاہ ملوک رہتے تھے وہ اکثر وہاں آتے۔ ان کی صحبت میں بھی بیدل نے فیوض حاصل کئے۔ وہ حالتِ جذب میں موزوں کلمات زبان سے ارشاد فرماتے۔ جو مقامی زبان میں ہوتا یعنی ملی جلی ہندی بھاکا اور فارسی یعنی ریختہ اور بیدل سے ان کو قلمبند کرنے کو کہتے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ بیدل نے جو چند اشعار کہے ہیں وہ اسی صحبت کا اثر ہوگا۔ الغرض بیدل نے کتابوں کے مطالعے اور صوفیائے کرام کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کے کلام اور تصانیف میں جو فلسفیانہ اور تصوفانہ خیالات پائے جاتے ہیں وہ سب انہیں کا نتیجہ ہیں۔ تیسری چیز جو ان کی سیرت اور طبیعت پر اثر انداز ہوئی وہ ان کا ذوقِ سفر تھا۔ سفر میں جن مناظر کو دیکھا اور جو مشاہدات کئے وہ ان کی بصیرت کو روشن کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور یہ مثل ان پر صادق آتی ہے کہ ؏

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

بہار میں وہ مختلف مقامات میں رہے۔ آرہ، پٹنہ، مہسی (ترہت)، پھر اس کے بعد اڑیسہ تک گئے۔ یوپی میں متھرا، اکبرآباد۔ پنجاب میں حسن ابدال تک۔ زیادہ تر ان کی صحبت صوفیانِ کرام اور درویشانِ عظام سے رہی۔ اور ان سے بنہایت اثر پذیر رہے۔ ان ہی کی صحبت کا اثر تھا کہ خود بھی درویش صفت ہوگئے

اور کسبِ فیض سے صاحبِ کشف و کرامات بھی۔ طبیعت میں قناعت پسندی، خودداری، ہمدردی، انسان دوستی، خدا ترسی کا جو جذبہ بیدل کے دل میں تھا، وہ انہیں باخدا اور فرشتہ صفت بزرگان و صوفیانِ عظام کی صحبت کا اثر تھا

تاہل اور ملازمت

بیدل کی زندگی بڑی غیر اطمینان حالت میں گزرتی رہی۔ بچپن میں ہی ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ چچا (قلندر) بھی ان کو چھوڑ کر بنگال کے سفر پر چلے گئے اور پھر ۱۰۷۵ھ میں انتقال کر گئے۔ اب بیدل کے ماموں مرزا ظریف ان کے سرپرست ہوئے مگر یہ بھی ان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر راہی ملکِ بقا ہوئے۔ اب بیدل کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ تلاشِ روزگار میں بہار کو خیرباد کہیں۔ آخر وہ یہاں سے روانہ ہوئے کہ "راہبر خدا لبس" یہی ان کی روانگی کی تاریخ بھی ہے۔ اب یہ دہلی پہنچے۔ پہلے یہ عالمگیر کے پوتے سلطان معز الدین کے ماموں مرزا سلیمان سے وابستہ ہوئے۔ سلیمان کی وفات کے بعد شاہزادہ اعظم شاہ سے منسلک ہوئے۔ شاعر تو تھے ہی اعظم شاہ سے لوگوں نے ان کی شاعرانہ صلاحیت کا تذکرہ کیا۔ عالمِ سرور میں شاہزادہ نے ازراہِ خوش طبعی کہا کہ میرے لشکر میں ایک سے ایک بہادر نوجوان ہیں۔ یہاں شعر و شاعری سے کیا کام؟ بیدل نے ان کو سنجیدگی پر محمول کیا اور ملازمت سے دستبردار ہو گئے اعظم شاہ نے خط لکھ کر پھر بلایا مگر ان کے پائے استقامت میں جنبش نہ ہوئی۔ بیدل اب متھرا پہنچے۔ وہاں کے حاکم لعل محمد نے ان کی آمد کی خبر سنی۔

تو اپنے پاس بلا لیا۔ اس عرصہ میں اعل محمد کا بھی انتقال ہو گیا۔ ڈیڑھ سال تک بیدل
شاہ شفیع طہرانی مصنف مراۃ واردات کے مکان پر مقیم رہے۔ نواب
شکر اللہ خاں نے جو اس وقت میوات میں تھے بیدل کو اپنے پاس بلا لیا
ان سے اتنا قریبی تعلق ہو گیا کہ زندگی بھر بیدل کے مربی رہے اور ان کے بیٹوں
نے بھی بیدل سے گھر کے لوگوں کا سا برتاؤ کیا۔

شکر اللہ خاں نے ایک حویلی پانچ ہزار روپے میں خرید کر بیدل کے
قیام کے لئے دے دی اور دو روپیہ یومیہ ان کی گذر بسر کے لئے مقرر کر دیا۔ یہ حویلی
دلی دروازے کے باہر محلہ کھیکریاں میں گذر گھاٹ کے کنارے واقع تھی۔ یہیں
بیدل نے مستقل طور پر تیس سال تک اطمینان و سکون کے ساتھ قناعت اور
فارغ البالی کی زندگی گزاری۔ اور مرنے کے بعد یہیں مدفون ہوئے۔

ملازمت ہی کے دوران انہوں نے شادی کی۔ ایک نہیں بلکہ چار۔ یہ
معلوم نہیں ہو سکا کہ بیک وقت یا یکے بعد دیگرے۔ مگر عرصے تک اولاد سے
محروم رہے۔ عمر کے آخر حصہ میں جبکہ ان کی عمر چھیاسٹھ سال کی ہوئی تو اللہ نے
ایک عصائے پیری عطا کیا مگر وہ بھی قریب تین سال کا ہو کر بوڑھے باپ کو داغ
مفارقت دے گیا۔ مگر اللہ رے صبر۔ باپ نے اف نہ کی۔ صرف ایک دلدوز
مرثیہ لکھ کر اپنے دل کو سکون بخشا۔ لڑکے کا نام دادا کے نام پر عبدالخالق رکھا تھا،
جس کو خالقِ اکبر نے دادا سے جلد ملا دیا۔

لاہور کو روانگی وہ اب بیدل کی عمر [illegible] کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ان کی منکوحہ

نے دلی میں امرا اور شاہزادوں کی باہم جنگ کا نظارہ کیا تھا۔ بہادر شاہ اول
کے انتقال کے بعد پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جہاں دار شاہ خون کے
دریا میں نہا کر تخت پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ ان کا مختصر عہد سلطنت اوباشوں اور
کلاونتوں کے زیر اثر رہا۔ لال کنور رانی بنی رہی۔ دس ماہ میں سلطنت کا تختہ
الٹ گیا۔ سید برادران کی ریشہ دوانیوں اور حکمت عملی سے فرخ سیر تخت
پر بیٹھا۔ امید تھی کہ ملک کی حالت سدھرے گی مگر سات آٹھ ہی سال میں پھر
سید برادران اور فرخ سیر کی ان بن ہو گئی۔ فرخ سیر کو نابینا کر کے آخر موت کے
گھاٹ اتار دیا گیا۔ بیدل بھی اس سے متاثر ہوئے اور مشہور روائت ہے کہ
انہوں نے ایک رباعی کہی اور اس کے آخری مصرعے سے تاریخ نکالی کہ "سادات
بوئے نمک حرامی کردند"۔ سید برادران کے خلاف اس وقت زبان ہلانا موت
کو دعوت دینا تھا۔ بیدل نے خوف زدہ ہو کر دلی کو خیرباد کہا اور لاہور میں
پناہ لی۔ تقریباً ڈیڑھ سال وہاں رہے جب سید برادران کا قلع قمع ہو گیا تو محرم
سنہ ۱۰۳۳ھ میں دلی واپس آئے۔ اس عرصہ میں سید برادران نے یکے بعد دیگرے
تین بادشاہوں کو تخت پر بٹھایا۔ رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کا بس ایک ہی
سال کے اندر خاتمہ ہو گیا۔ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ میں تخت پر بیٹھے۔

وفات

بیدل لاہور سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئے۔ کچھ دن بخار میں
مبتلا رہے۔ آخر ۴ صفر سنہ ۱۱۳۳ھ روز پنجشنبہ کو انتقال
کیا۔ اور اپنے ہی مکان کے صحن میں مدفون ہوئے۔ قبر انہوں نے دس سال پہلے

ہی تیار کرلی تھی۔ بیدل صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ صوفی منش شاہ صاحب بھی۔ ان کے شاگردان اور معتقدین کا ایک بہت بڑا حلقہ تھا۔ ہر سال ان کا عرس منایا جاتا۔ طعام و نذر ہوتی اور بڑے دھوم دھام سے مشاعرہ ہوتا۔ ان کے ماموں زاد بھائی مرزا عباد اللہ کے بیٹے مرزا محمد سعید عرس کا انتظام کرتے۔ مزار پر بیدل کا کلیات اور ان کا وزنی آہنی سونٹا (نولاسی) رکھا رہتا۔ بیدل کے انتقال کے تقریباً تیس، چالیس سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر نہ ان کے معتقدین رہے نہ شاگردان۔ نہ اب مکان کا پتہ ہے نہ قبر کا نشان۔

مدفن

جیسا کہ کہا گیا ہے بیدل اپنے سکونتی مکان کے صحن میں مدفون ہوئے، جو دہلی دروازہ کے پاس تھا۔ مگر عرصے کے بعد حسن نظامی نے مزار کی تلاش کی اور مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کی نشاندہی پر ایک دوسرے مقام پر جو وہاں سے دو کوس دور تھا نظام حیدرآباد کی مالی مدد سے ایک دستان کی مرمت کرادی۔ اور اس پر کتبہ بھی لگا دیا جو غلط فہمی کی ایک مستقل یادگار ہے۔

ادیبوں اور ناقدوں کے تاثرات

نیاز فتح پوری

بیدل! ہائے بیدل!! وائے بیدل!!! آپ نے بھی کیا ذکر چھیڑ دیا۔ اس "کم بخت" میں فارسیت ہو یا نہ ہو، لطفِ بل پایا جائے یا نہ پایا جائے، لیکن اس کا کیا علاج کہ تخییل کا بادشاہ ہے، ندرت کا بیان کا خدا ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک رند ژولیدہ مو ہے، جو لفظ اس کے منہ سے نکلتا ہے نہ دل میں تیر و سناں کی طرح پیوست ہو جاتا ہے ؎

ہر کجا نکہت گل پیرہن رنگ درد
نیست پوشیدہ کہ از خود سفرے می خواہد

پھول کو "پیرہن رنگ" کہنا اور نکہت کو گل کے "جامہ دری" حسن تعبیر کی وہ حد ہے جہاں نہ نظیری کی رسائی ہے نہ حافظ کی۔ اور "از خود سفرے می خواہد" تو وہ انداز بیان ہے جسے بہت سے ناواقف صرف مغربی لٹریچر کی خصوصیت سمجھے ہوئے ہیں۔ نکات اور چہار عنصر پہ کیا موقوف ہے، اس کا تو ایک ایک لفظ حرز جاں بنانے کے لائق ہے۔ مثنویاں دیکھئے، رقعات کا مطالعہ کیجئے، قطعات و رباعیات پر سر دھنئے، لیکن زبان نہ کھولئے، کون سمجھتا ہے اور کسے سمجھنے کا ہوش ہے، وہ خود کہہ گیا ہے ؎

چو رسد ز نشۂ معنوی بہ دماغ بے حس و بے خبر
ز پری پیالہ اگر کشی بہ دکان شیشہ گراں مبر

اس میں کلام نہیں کہ اس نے اپنی ساری زندگی اسی "عالم حیرت و استعجاب" میں بسر
کردی جو فلسفۂ "ہمویت" نے اس پر طاری کر دیا تھا لیکن کیا اس کی قدر غزل گوئی
کے لحاظ سے کی جاتی ہے؟ کیا وہ اپنے رنگ تغزل کی وجہ سے کامیاب شاعر کہا
جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی کامیابی کا راز صرف اس کا انداز بیان، تنوع تعبیرات
اور علوئے تخیل ہے، جو انسان کی قوت متخیلہ کو مسحور کر کے رکھ دیتا ہے۔ لیکن کیا
کوئی کہہ سکتا ہے کہ علاوہ بیدل کے اس وقت تک کوئی دوسرا شاعر اس رنگ کا
پیدا ہوا ہے؟ اس نے غزل گوئی ترک کر کے جس شاعری کی بنیاد ڈالی اس کے لئے
اس نے ایک زبان بھی علاحدہ وضع کر دی۔ اور یہ خصوصیت تھی جس نے اس کو
ایک مخترع اور رب النوع کی حیثیت سے دنیا میں پیش کیا اور اس اختراع اور ابداع
کو وہ اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ دوسرا راز بیدل کی کامیابی کا یہ تھا کہ وہ فارسی
زبان میں شاعری کرتا تھا جو اردو کے مقابلہ میں زیادہ وسیع، زیادہ لطیف
و شیریں اور زیادہ ایجاز کی گنجائش رکھتی ہے۔ اس لئے اردو میں اگر اس کا
تتبع کیا بھی جائے تو کامیابی ممکن نہیں۔ کیونکہ اول تو بلند سے بلند خیال کوئی
ایسا نہیں جو بیدل کی دسترس سے باہر رہا ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اردو میں
الفاظ کی کمی اور حروف روابط کی زیادتی نے اس کو محال بنا دیا ہے

پندرہ سال کی عمر سے اس وقت تک بیدل کا مطالعہ کر رہا ہوں لیکن اس
سمندر سے ایک قطرہ بھی نہیں اٹھا سکا۔ بیدل کا ذوق انسان میں عجیب
قسم کا ذہنی استغنا پیدا کر دیتا ہے اور وہ اس کی ہر چیز سمجھ لینے کے لئے اس کے

کلام کی بے تابانہ ورق گردانی کرنے لگتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کی کسی
خصوصیت کو نہیں پہچان سکتے۔

میری رائے میں سب سے پہلے "چہار عنصر" کا مطالعہ کرنا چاہئے، کیونکہ اسی سے
کچھ پتہ بیدل کی زندگی کا بھی چلتا ہے۔ نیز یہ کہ کن واقعات و حالات سے وہ کیوں کر
متاثر ہوا۔ اس کے بعد نکات پڑھنا چاہئے اور اگر زندگی وفا کرے تو اس کی
مثنویوں کی تلاوت کرنا چاہئے کہ بیدل کی شاعری کا کمال انہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔

بیدل کا کلام اپنے پیام کے لحاظ سے یکسر غیر متنوع ہے اور زبان کے لحاظ سے
بھی درس و تدریس کی چیز نہیں۔ لیکن انداز بیان اور نزاکت تخیل کے لحاظ سے وہ یقیناً
اس دنیا کی چیز نہیں۔ بیدل ہی دنیا کا سب سے پہلا اور آخری شاعر ہے جس کی زبان
تخیل نے پیدا کی اور تخیل ماورائی ادراک نے۔

میرزا کو فارسی زبان اور اس کے مصطلحات پر بڑا عبور حاصل تھا۔ اور دقت
پسندی، بلند پروازی ان کی خصوصیت تھی۔ انہوں نے نظم و نثر کا انداز ہی بالکل
بدل دیا اور وہ جدید اسلوب اختیار کیا جو اس سے قبل فارسی میں رائج نہ تھا۔

بیدل کے متعلق ملک میں دو مختلف رائیں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے
یہاں زبان کا کوئی لطف نہیں ہے۔ خیالات میں ضرورت سے زیادہ تصنع اور
آورد ہے اور تخیل کی بلندی غیر مناسب حد تک بڑھ کر معما ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسری
رائے یہ ہے کہ بیدل کی شاعری زبان کی شاعری نہیں ہے بلکہ صرف تخیل کی شاعری
ہے اور چونکہ وہ بہت بلند ہے، اس لئے ترکیب الفاظ اور اسلوب بیان میں

پیچیدگی کا پایا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ مضامین کی رفعت مستلزم ہے الفاظ و ترکیب کی ندرت کو۔ اور چونکہ ابداع و اختراع کو ہر معمولی دماغ پسند نہیں کرتا اور نہ کچھ سمجھ سکتا ہے اس لئے اکثر لوگوں نے اس کے کلام کو مہمل کہدیا۔ میرا میلانِ طبع بھی یہی ہے کہ میں اس دوسری رائے کو پسند کروں۔ بات یہ ہے کہ بیدؔل نے اپنی تمام تصنیفات میں خواہ وہ نظم کی ہوں یا نثر کی، صرف ایک فلسفہ پیش کیا ہے اور وہ یہ کہ ذات باری کی کنہہ تک پہونچنا امر محال ہے اور انسان اس بات میں بالکل عاجز ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے وحدت الوجود کو بھی اکثر جگہ بیان کیا ہے اور صرف اسی ایک خیال کے ماتحت اس نے ایسے ایسے بلند مضامین اور اس درجہ نازک و پاکیزہ جذبات سے کام لیا ہے کہ ان تک ہر ذہن کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ یقیناً زبان کا لطف بیدؔل کے کلام میں نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی شاعری کسی معمولی عاشق کی غزل سرائی نہیں ہے جس میں پیش پا افتادہ جذبات ہجر و وصال کا اظہار ہو، بلکہ وہ بیان ہے ان کیفیات کا جن کا تعلق اس مادی دنیا سے بالکل نہیں ہے اور اس کی شاعری ایک آواز ہے جو صرف اعماق روح سے پیدا ہوتی ہے اور جن کے قبول کرنے کے لئے وسیع ترین الفاظ کا ملبوس بھی تنگ نظر آتا ہے۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب خیالات بلند، مضامین ارفع، جذبات نازک، کیفیات غیر معمولی اور واردات قلب نادر ہونگے تو ان کے بیان کرنے کے لئے عام الفاظ اور معمولی ترکیبیں کبھی کار آمد ثابت نہ ہونگی اور لامحالہ ان کے لئے جدید اسلوب بیان، کچھ نئے الفاظ اختراع کرنے پڑینگے اور اسی حقیقت کا اظہار ہے یہ کہنا کہ

"کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لئے!!"

لیکن عام طور پر نہ دماغ ہی ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اس حقیقت کو سمجھ سکیں اور نہ ان کی نذاکت پرستی ہی اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ ہر نئی بات کو بغیر "اسناد" کے قبول کرلیں، اس لئے بیدل کے کلام کو مہمل کہنے والے زیادہ نظر آتے ہیں اسی کشمکش میں غریب اقبال مبتلا ہے۔ جب تک اردو میں اس نے اظہار خیال کیا دہلی لکھنؤ کی لسانیات بلائے جان بنی رہی اور اب جبکہ فارسی ملبوس اختیار کیا تو زبان داں حضرات اسے مجہول بتلاتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ وہ کہتا ہے نہ اس سے قبل لکھنؤ کا روزمرہ اسے پیش کرسکا اور نہ ایرانی زبان دانی میں اس کی کوئی مثال نظر آتی ہے لیکن جو نگاہیں صرف سطح تک پہونچ کر رہ جاتی ہیں، یا جن کے نزدیک صرف ظاہری آب و رنگ ہی اصل چیز ہے وہ بطون حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہیں اور اس لئے قابل عفو۔

ادبیات کا مسلمہ اصول ہے کہ خیال کی نوعیت کے ساتھ طرز ادا کا بدل جانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس کا اہل نہیں ہے تو اس کو صحیح معنی میں ادیب نہیں کہہ سکتے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن اسی لئے پسند نہیں کیا جاتا کہ انہوں نے اسکو توبۃ النصوح بنانے کی کوشش کی اور شبلی کوئی افسانہ نہ لکھ سکے کیونکہ مراۃ العروس کی زبان پر ان کو قدرت حاصل نہ تھی۔ جس طرح مذہب و سیاست دو علحدہ چیزیں ہیں، جس طرح

تاریخ وفسانہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح ان کے لئے طرز ادا بھی علحدہ
ہونا چاہئے ورنہ اگر اصل چیز صرف زبان دانی ہو تو باقر علی داستان گو سے زیادہ
سیرۃ نبوی لکھنے کا اہل اور انسائکلو پیڈیا لکھنے کا مستحق لکھنؤ کے قمر جاہ سے
زیادہ اور کون ہو سکتا ہے۔

رنگ بیدل کو جو لوگ ناپسند کرتے ہیں وہ وہی حضرات ہیں جو اس اصول
سے ناواقف ہیں، اور ہر خیال کو ایک ہی ملبوس میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس یہ
یقیناً تنقید کی بے اعتدالی، قیام معیار کی نامناسبت اور ذہن کی نارسائی ہے
جس کو کوئی ذی فہم دماغ جو ہر چیز کو اس کی اصلی جگہ دیکھنے کا عادی ہے مفوات
سے زیادہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

بیدل جس آسانی کے ساتھ اپنے مدعائے دشوار کو بیان کر جاتا ہے اس کا حال
اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کوئی دوسرا اسکی تتبع کی کوشش کرے۔ غالب
سے زیادہ سخن گو، سخن سنج کون ہو سکتا تھا لیکن طرز بیدل میں ریختہ لکھنا اسکو قیامت
ہو گیا۔ چونکہ غالب کی فارسیت بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے اس میں اکثر جگہ بیدل
ہی کے چراغ سے کسب ضیا کیا گیا اور بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی۔

بیدل کا کلام اپنے معنی کے لحاظ سے جس بلند مرتبہ کا ہے اسی طرح لفظی خصوصیات
کے اعتبار سے ایک خاص چیز ہے۔ ایک معمولی مضمون کو بھی وہ اپنے الفاظ و
ندرت ترکیب سے آسمان پر پہونچا دیتا ہے۔ مثلاً قناعت کے پامال مضمون کو
لیجئے کہ ہر شخص نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن بیدل محض انداز بیان سے

اس میں ندرت پیدا کر دیتا ہے کہ مضمون کی فرسودگی کی طرف خیال ہی منتقل نہیں
ہوتا۔ جب فرماں روائے حیدرآباد کی طرف سے نامۂ طلب پہونچا تو بیدل نے
اپنی قناعت کا اظہار کر کے وہاں جانے سے ان الفاظ میں انکار کیا:۔

دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بہ پائے خویش

پہلے مصرعہ کا مضمون نہایت معمولی تھا، لیکن دوسرے مصرعہ سے جو اس کی توجیہ کی گئی
تو شعر عام سطح سے نہایت بلند ہو گیا۔

دوسری چیز جو بیدل کے لئے مخصوص ہے وہ اسکے کلام کا توازن ہے۔ آپ
مشکل سے کوئی ایسا شعر پائینگے جس میں عدم توازن کا نقص پایا جائے۔ توازن سے
میری مراد یہ ہے کہ الفاظ کا اس قدر حسن کے ساتھ استعمال کیا جائے کہ سارا شعر موتی کی
لڑی معلوم ہو اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہ ہو جو ماقبل اور مابعد کے لحاظ سے
نامناسب سمجھا جائے۔

تیسری خصوصیت بیدل کی یہ ہے کہ وہ دفتر کا دفتر چند الفاظ میں بیان کر دیتا
ہے اور ہر چند بسا اوقات شعر کا تنگ میدان اس کو مجبور کر دیتا ہے کہ بہت سی
درمیانی کڑیوں کو ترک کر دے لیکن وہ بہ حیثیت مجموعی اپنے وسیع خیال کو ایسے رنگ
میں پیش کرتا ہے کہ ذہن سامع از خود تمام متروک کڑیوں کو مربوط کر کے مدعا تک
پہونچ جاتا ہے اور پھر اس کی لذت میں غرق ہو جاتا ہے۔

"ذات باری کے مظاہرہ کا تنوع اور باوجود خفا کے اس کا ذرہ ذرہ سے ظہور"

یہ ایسا مسئلہ ہے جس کو قریب قریب تمام صوفی شعرا نے بیان کیا ہے لیکن بیدل
کی قدرت شاعرانہ ملاحظہ ہو، لکھتا ہے :-

تجدید نازِ آشفتۂ رنگ لباس آرائیت
بے پردگی دیوانۂ رنگ نقاب افگندنت

وہ یوں بھی کہہ سکتا تھا کہ تیری لباس آرائی کے انداز کا وہ عالم ہے کہ ہر وقت اس سے نیا
ناز پیدا ہوتا رہتا ہے اور تیری نقاب افگنی کی ادا کا وہ رنگ ہے کہ اس سے زیادہ بے
پردگی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس نے پہلے مصرع میں لفظ آشفتہ اور دوسرے
میں 'دیوانہ' کہہ کر شعر کو اس حد تک پہنچا دیا کہ اس سے زیادہ ترقی ناممکن تھی۔ تجدید
ناز کے متعلق یوں کہنا کہ وہ رنگ لباس آرائی کی فریفتہ ہے اور بے پردگی کو طرح نقاب
افگنی کا دیوانہ کہنا، مضمون کو کس قدر بلند کر دیتا ہے، ارباب ذوق سے مخفی نہیں۔ اسی
زمین میں اسی مفہوم کو دوسرے شعر سے یوں ظاہر کرتا ہے :-

ہرجا بروں جوشیدۂ خود را بہ خود پوشیدۂ
در نور شمعت مضمحل فانوسی پیراہنت

شمع کے فانوس کا مضمحل ہو کر شمع کے چھپانے میں کامیاب نہ ہونا ایسی زیادہ بلند
بات نہ تھی لیکن "خود را بہ خود پوشیدۂ" کہہ کر یہ ثابت کرنا کہ وہ فانوس بھی تیری
ہی ذات ہے۔ اور ذات بھی وہ جس کا حال یہ ہے کہ "ہرجا بروں جوشیدہ است"
ذہن کو خیال کی اس سرحد تک پہنچا دیتا ہے کہ اس کے آگے پرواز محال معلوم ہوتی
ہے۔ اس غزل کا ایک اور شعر ہے :-

در نور بہار لم یزل پوشیدہ از باغ ازل
نہ آسماں گل در بغل یک برگ سبز گلشنت

معترض سے کہئے کہ "نہ آسماں گل" کی ترکیب کو یہاں سے علحدہ کر کے کوئی دوسرا لفظ
یا فقرہ استعمال کرے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ لفظ پوشیدہ کے ثبوت کو تکمیل
تک پہنچانے والا ہو۔ کیا اس میں کامیابی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

بیدل کی قدرت شعر گوئی کا ثبوت مشکل زمینوں میں زیادہ ملتا ہے۔ بعض ایسے
پیچیدہ ردیف وقافیہ کی غزلیں ہیں کہ ان میں کسی معمولی شعر کا نکلنا بھی دشوار معلوم
ہوتا ہے لیکن بیدل وہاں بھی اسی طرح خلاق معانی نظر آتا ہے اور اس کی چست ترکیب
کا وہی عالم ہے۔ ایسے ہی ایک مشکل زمین کا مطلع ہے :-

تمام شوخیم لیک غافل کہ دل براہ کہ می خرامد؟
جگر بداغ کہ می نشیند نفس بآہ کہ می خرامد؟

فلسفہ وہی ہے اور خیال بھی کہ کنہ حقیقت باری کا علم حاصل نہیں ہو سکتا لیکن انداز
بیان ملاحظہ ہو اور اس کے ساتھ زمین کی دشواری پر نگاہ کر کے ردیف وقافیہ کا صرف
دیکھئے کہ کتنا مربوط و دل نشیں ہے۔

اپنے آپ کو پرتو نور ربانی کا ایک مظہر قرار دے کر دوسرا شعر لکھتا ہے :-

اگر نہ رنگ از گل تو دارد بہار موہوم ہستیٔ ما
زپردۂ چاک این کتانہا فروغ ماہ کہ می خرامد؟

مقطع دیکھئے، اسی کو سحر حلال، شاعرانہ اعجاز اور ملہمات ربانی کہتے ہیں :-

مگر زجنبش غلط نگاہے رسد بفریاد حال بیدل
دگر نہ آں برق بے نیازی پئے گیاہ کہ می خرامد؟

سچ ہے اس مشت خاک سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جسکو وہ برق بے نیازی اپنا نشیمن بنانا پسند کرے۔

بیدل سمجھتا ہے کہ کب اس برق کی بے نیازیاں متوجہ ہو سکتی ہیں اور اس لئے ایک عالم یاس میں کہتا ہے کہ اگر کوئی صورت اسکے حصول کی ہے تو صرف یہ کہ شاید کوئی نگاہِ غلط انداز میسر آجائے۔

اس شعر میں ایک لفظ کو دیکھئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوہری نے نہایت احتیاط سے نگینے جڑوئے ہیں۔ اور اگر ایک لفظ بھی علحدہ کرکے دوسرا لفظ رکھ دیا گیا تو وہ رنگ جاتا رہے جو بحیثیت مجموعی ان تمام نگینوں کی آب و تاب سے پیدا ہو رہا ہے۔

کہاں تک عرض کروں۔ بیدل کا تو سارا کلام، نظم ہو یا نثر اس لحاظ سے منتخب ہے اور ساری عمر صرف کرنے کے بعد بھی ایک شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی لذتوں سے سیر ہو چکا ہے۔ شاید چہار عنصر کی ابتدا میں بسلسلہ حمد وہ اس خیال کو ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی حقیقت تک کون پہونچ سکتا ہے اور ہمارا یا کسی اور کا اس کے بابت کچھ لکھنا یا اس کی حمد میں کسی خیال کا اظہار کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اس خیال کو لکھتے لکھتے وہ ایک جوش میں آکر کہتا ہے کہ:—

"غبار سطر آشفتگی بہوا نگاشت، بنداشت مصنف کتاب آسمانم پرکاہے
بنیاد فطرت برباد گذاشت، دانست منشی طومار کہکشانم"

یہ عالم اس کی نثر نگاری کا ہے۔ الغرض بیدل میرے نزدیک ایک ایسا شاعر تھا جس کی مخالفت ملک میں بہت ضروری تھی ورنہ آج اس کے کمال کی کوئی یقینی دلیل پیش نہ کر سکتے۔

معاف کیجئے حکایت لذیذ تھی اس لئے درازی کی حد تک پہونچ گئی۔ اب چند مشکل اشعار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں:—

(۱) بہ نمود ہستی بے اثر چہ نقاب شق کنم از حیا
تو مگر بہ من نظرے کنی کہ دمے عرق کنم از حیا

مطلب یہ ہے کہ میں اپنی بے اثر، ناکارہ اور فانی ہستی کو ظاہر کرنے کے لئے کیا نقاب اٹھاؤں کہ تو مجھے دیکھے گا۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی صورت مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی ہو سکتی ہے تو صرف اس طرح کہ تو ایک نگاہ مجھ پر ڈالے اور میں ایک لمحہ کے لئے عرق انفعال بن کر نظر آجاؤں مقصود یہ کہ یوں تو میں کچھ بھی نہیں ہوں لیکن اگر کوئی نگاہ ڈالے تو شاید تھوڑی دیر کے لئے ندامت کا پسینہ بن کر ظاہر ہو سکوں۔

(۲) اگرم دہد خطِ امتحاں ہوس کتاب بہ آسماں
مژہ برہم آرم ازیں وآں ہمہ یک ورق کنم از حیا

اس شعر میں بیدل نے دیگر مخلوقات عالم کے مقابلہ میں انسانی شرف کو نہایت خوبصورتی سے ظاہر کیا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کتاب بہ آسماں جرأت کرکے مجھکو امتحان کی اجازت دے دے تو میں بغیر کسی پس و پیش کے سب کو ایک ورق حیا بنا کر رکھ دوں۔ یعنی میرے وسعت خیال اور رفعتِ فطرت کو دیکھ کر وہ شرما جائے

مقصود یہ ہے کہ کائنات کی کڑی وسعت انسانی قوت مطالعہ کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔

(۳) نیست خراباتِ جنوں عرصۂ جولان فسوں
لغزشِ مستانہ خوش ست آبلہ پیمانہ بر آ

اس شعر میں بظاہر اشکال "آبلہ پیمانہ برآ" کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کو یوں پڑھا جائے "آبلہ پیما، نہ برآ" تو اشکال رفع ہو جاتا ہے ۔ اس میں "نہ برآ" فعل نہی ہے اور آبلہ پیما کی ترکیب ویسی ہی ہے جیسے بادیہ پیما، بادپیما وغیرہ ۔ اس لئے اس شعر کا مطلب یہ ہوا کہ خرابات جنوں میں اگر آنا ہے تو لغزش مستانہ کے ساتھ آؤ اس طرح نہ آؤ کہ معلوم ہو آبلہ پیمائی ہو رہی ہے ۔ یعنی پھونک پھونک کر قدم نہ رکھو ۔ آنا ہے تو بے دھڑک آؤ اور مستانہ وار آؤ ۔

(۴) کف پائے محمل نشیں ما بہ خیال کرد کمین ما
پئے آرزوئے جبیں ما بہ چراغ رنگ حنا طلب

یہ شعر نازک ضرور ہے، لیکن بلند نہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت تو ایک معشوق محمل نشیں کے کفِ پا کی یاد نے ہمارے خیال پر غلبہ پا لیا ہے ۔ اس لئے ایسی صورت میں ہماری آرزوئے جبیں اگر معلوم کرنا چاہتے ہو تو اسے چراغ رنگ حنا کی مدد سے تلاش کرو ۔ چراغ رنگ حنا صرف کفِ پا کی رعایت سے کہا گیا ۔ مدعا صرف اتنا ہے کہ اس وقت ہماری جبیں سائی کا مقصود اگر کوئی ہے تو صرف پائے حنائی کا خیال ہے ۔

(۵) چو حباب عز لباس تو چہ توقع و چہ ہراس تو
نہ تو مانی و نہ قیاس تو چو کشند جامہ ز پیکرت

مدعا یہ ہے کہ اے انسان تو جو اپنی زندگی کو امید و بیم میں بسر کر رہا ہے یہ سب فضول ہے کیونکہ خوف امید جو کچھ ہے اس کا تعلق حباب کی طرح صرف ظاہری ملبوس سے ہے، پھر جس طرح حباب کا ملبوس اتر جانے کے بعد کچھ نہیں رہتا اسی طرح تیرا تعلق جب جسم سے نہ رہے گا جو اس کا ملبوس ہے تو نہ تو رہے گا اور نہ تیرے قیاسات و اوہام ۔

(۶) ز بلند و پست بساط رنگ اثرے نہ زد در آگہی
کہ چو بافت سبزہ کلاہ سرو چہ دوخت خندہ قبائے گل

بساط رنگ کے بلند و پست مناظر سے اثر پذیر ہونے کے بعد اتنا علم بھی حاصل نہ ہو سکا کہ سبزہ کلاہِ سرو بنانے سے اور خندۂ قبائے گل سینے سے عاری ہے ظاہر ہے کہ سبزہ جو بہت پست ہے ترقی کر کے کلاہِ سرو نہیں بن سکتا ۔ اور نہ خندۂ گل گل کی چاک قبا کو سی سکتا ہے لیکن بساط رنگ کی کارگاہ اسقدر بیکار چیز ہے کہ نہال رہ کر ہمیں اتنا بھی علم حاصل نہیں ہو سکتا ۔

(۷) بہ خیالِ غنچہ نشستہ ام، بہ خیال آئینہ بستہ ام
ز دل شکستہ کجا روم چو بہارم آبلہ پائے گل

یعنی میں ایک غنچہ کے درمیان بیٹھا ہوں اور ایک آئینہ کے خیال سے وابستہ ہوں ۔ اور وہ غنچہ یا آئینہ میرا دل شکستہ ہے، پھر اب میں اس کو چھوڑ کر کہاں

ا سکتا ہوں کیونکہ میری حالت تو ایسی ہے جیسے بہار، کہ جس طرح پھول اس کے پاؤں کا آبلہ ہے اسی طرح یہ میرا دل میرے پاؤں کا چھالا بنا ہوا ہے۔ نہ پھول بہار سے جدا ہو سکتا ہے نہ میرا دلِ شکستہ مجھ سے۔

(۸) تو بدست گاہِ چہ آبرو نظرب وفا کنی آرزو
کہ نہ ساخت کاسۂ رنگ و بو بمزاجِ خندہ گدائے گل

تو کس اقتدار پر یہ آرزو کرتا ہے کہ مسرت و طرب تیرے ساتھ وفا کرے۔ گدائے گل یہ تو چاہتا ہے کہ خندہ حاصل کرے لیکن اپنے کاسۂ رنگ و بو کو اس قابل نہیں بناتا۔ مدعا یہ ہے کہ ہم خود اس کے اہل نہیں ہیں کہ مورد لطف و کرم ہوں، شکایت کس کی؟

(۹) بہ کجاست آنقدرم بقا کہ تاملے کنم وفا
عرقِ خجالت فرصتم ہمہ انفعال زمانیم

مجھ میں اس قدر بقا کہاں ہے کہ کوئی غور و تامل کر سکوں، میری ہستی تو گویا شرمندگیٔ فرصت کا پسینہ اور انفعال زمانہ کا نم ہے، یعنی میرا وجود تو ایسا ہے کہ اگر لفظ فرصت اس کے آگے استعمال کیا جائے تو وہ شرم سے عرق عرق ہو جائے۔

(۱۰) بہ فسردنم ہمہ تن الم، بہ تردد آبلہ در قدم
چو غبارِ داغِ نشستنم، چو سرشک ننگِ روانیم

افسردگی کے لحاظ سے یکسر درد و الم ہوں اور چلنے میں بالکل آبلہ پا، اس لئے کیا میرا بیٹھنا اور کیا میرا چلنا کہ اگر بیٹھوں بھی تو غبار کی طرح، جو حقیقتاً بیٹھنے کے لئے عار

ہے اور چلوں بھی تو آنسو کی طرح، جو فی الحقیقت ننگِ روانی ہے۔ اپنے آپ کو آبلہ در قدم کہہ کے سرشک سے تشبیہ دینا نہایت خوب ہے۔

میں بیدلؔ کا شمار ان شعرا میں کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ان کے کلام کا مفہوم سمجھنے سے عاری ہو تو اسے سمجھانے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شعر کا لطف صرف اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب بغیر وساطت توضیح و تفسیر کے وجدانی طور پر ذہن نشین ہو جائے۔ پھر چونکہ ہر شخص کا ذوق ایک مخصوص دائرہ کے اندر کام کرتا ہے اس لئے جب اس دائرے سے ہٹ کر کوئی چیز اس کے سامنے آتی ہے تو اس کا ذہن مشوش ہو جاتا ہے اور اگر کسی کے سمجھانے سے مفہوم سمجھ میں آ بھی گیا تو وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو از خود سمجھنے سے پیدا ہو سکتا ہے

بیدلؔ کو شاعر کہا جائے یا نہ کہا جائے مجھے تو اس میں بھی تامل ہے۔ کیونکہ اس کی تخیل اس درجہ نازک ہے کہ غیر معمولی ذہانت رکھنے والے بھی بعض اوقات اس کی نزاکت تک نہیں پہونچ سکتے۔

بیدلؔ ایک مجذوب ہے۔ شاعر نہیں۔ جو کچھ وہ کہتا ہے اسے شاعری کے نقطۂ نظر سے دیکھنا غلطی ہے۔ بلکہ ایک رند ژولیدہ مو، ایک سر پھرا زدہ مجنوں کی حیثیت سے اس کی آواز کو سننا چاہیئے۔

چند اشعار اور بھی ہیں میں اپنی فہم و فراست کے مطابق ان کا مفہوم تو بیان کئے دیتا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ وہ لطف جو بغیر تفصیل و تشریح کے حاصل ہونا چاہیئے وہ قاری کو حاصل نہ ہو گا۔ میں یہاں صرف مفہوم ظاہر کروں گا تعبیرات شاعرانہ

کو قارئین خود سمجھ لیں۔

(۱) بہ کدام فرصت ازیں چمن ہوس از فضولی اثر کشد
شب ِ خون بہ عمرِ خضر زنم کہ نفس شراب سحر کشد

اس شعر میں مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کارگاہِ عالم میں انسانی تگ و دو کی ہوس رانی حد درجہ حماقت ہے۔ کیونکہ انسان تو یہاں فرصت لے کر آیا ہی نہیں۔ اور بڑی سی بڑی فرصت و مہلت بھی حد درجہ مختصر ہے۔ پہلا مصرعہ
اتنی فرصت کہاں کہ اس چمن یا دنیا میں ہماری ہوس کوئی نتیجہ پیدا کر سکے۔ دوسرا مصرعہ
کیونکہ اس تنگیِ فرصت کا یہ عالم ہے کہ عمرِ خضر مل جائے تو بھی وہ اس سے زیادہ کام نہیں دے سکتی کہ بمشکل ہم شام کو سحر کر سکیں

(۲) شکست زاں چشمِ فتنہ مائل غبارِ امکاں بہ بالِ بسمل
مباش زافسوں سرمہ غافل ہنوز دستے ست زیر سنگش

محبوب کی چشمِ فتنہ پرداز کا یہ اثر ہے کہ بالِ بسمل سے غبارِ امکاں ٹوٹ گیا یعنی بسمل تڑپ کر مر گیا اس لئے اس وقت سے غافل نہ ہو جب ان آنکھوں میں سرمہ بھی لگ جائے تو اس وقت خدا جانے وہ اور کیا قیامت ڈھائینگی۔ سرمہ کے متعلق یہ کہنا کہ "ہنوز دستے ست زیر سنگش" صرف اس لحاظ سے ہے کہ تیار ہونے سے قبل وہ کھرل میں پیسا جاتا ہے

(۳) بکدام آئینہ مائلی کہ زفرصت اینہمہ غافلی
تو نگاہِ دیدۂ بسملی مژہ واکن و بہ کفن در آ

تو کس تماشے میں مصروف ہے، کس آئینہ کے سامنے اپنی زیبائش اور آرائش میں لگا ہوا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو تھوڑی سی فرصت تجھے ملی ہے وہ دیدۂ بسمل کی آخری نگاہ سے زیادہ نہیں اس۔ لئے آنکھ کھول اور کفن کے اندر آجا تیری فرصت کا اقتضا اس سے زیادہ نہیں۔

(۴) ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت رنجِ خمارِ ما
چہ قیامتی کہ نمی رسی زکنارِ ما بہ کنارِ ما

یہ شعر صاف ہے مدعا یہ ظاہر کرنا ہے کہ عاشق کی تمنائیں وصلِ محبوب کے باب میں اس قدر عجیب و غریب ہیں کہ کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ وہ محبوب سے کہتا ہے کہ ایک عمر گزر گئی تیرے ساتھ بادہ خواری میں مصروف ہوں لیکن خمارِ محرومی اب تک نہیں گیا۔ خدا کے لئے بتا یہ کیا قیامت ہے کہ باوجود پہلو سے متصل رہنے کے بھی میرے پہلو سے جدا ہے۔ باوجود آغوش میں رہنے کے آغوش سے علاحدہ ہے۔

مولینا روم سے متعلق میری رائے ساری دنیا سے مختلف ہے۔ نظم و زبان کے لحاظ سے اس کا کوئی پایہ نہیں اور معنوی حیثیت سے تو مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ سعدی کو میں ان سے بہت بلند پایہ سمجھتا ہوں اور عطار کو ان کو زیادہ دلچسپ اور سچ پوچھئے تو مجھے عراقی بھی ان سے بہتر نظر آتا ہے۔

زبان و بیان دونوں کی تکمیل اگر دیکھنا ہے تو بیدل کی حکایتیں پڑھئے۔ مولانا روم کے کلام میں بیخودی ضرور پائی جاتی ہے لیکن CLIMAX (نقطۂ عروج) اس میں کبھی نہیں ہے۔ بیدل کے سے ٹکڑے اس کے یہاں کہاں۔

(نیاز کی یہ انفرادی رائے ہے اس کا ہمنوا ہونا مشکل ہے)

بندرابن داس خوشگو

آں حضرت در فہم معنی توحید و رازِ سما پایۂ بلند داشتہ۔ علم تصوف بخوب
ورزیدہ بود۔ و مسائل آں را از تحمل ایں فن بہ تحقیق کمال رسانیدہ دریں عہد بہ
جنید و بایزید وقت خود بود۔ بہ اقتدائی کہ مولوی رومی در مثنوی و شیخ
ابن عربی در فصوص الحکم بیان کردہ آں ہمہ را بالشرح و بسط تمام با تشبیہات
تازہ و رنگی بی اندازہ در کلام خود بستہ چوں نمکِ جمیع اصناف سخن شور انگیز توحید
است در سخن طرز بلندی اختیار نمودہ و سر رشتۂ توحید از کف نمی دادند۔
در ہمہ اشعارش ایں رعایت منظور است و او دریں فن از استادانی
است کہ صاحب طرزِ خاص شدہ اند و از زمانیکہ زبان بہ سخن آشنا شد ایں
طرز مخصوص بدست کسی نیامدہ۔ قسم بجانِ سخن کہ جانِ من است و خاکپای
اربابِ سخن کہ ایمانِ من است کہ فقیر دریں مدتِ عمر کہ پنجاہ و شش مرحلہ
طی کردہ با ہزاراں مردم تقریب برخوردہ می باشم لیکن بہ جامعیت کمالات و
حسن اخلاق و بزرگی و ہمواری و شگفتگی و رسائی و تیز فہمی و زود رسی
و اندازِ سخن گفتن و آدابِ معاشرت و حسن سلوک و دیگر فضائل انسانی
ہمچو او ندیدہ ام۔ بالجملہ آں جناب از الہیات و ریاضیات و طبیعیات
کم و بیش چاشنی بلند کردہ بود و بہ طبابت و نجوم و رمل و جفر و تاریخ
دانی و موسیقی بسیار آشنا بود۔ تمام قصہ مہابھارت کہ در ہندیاں از آں
معتبر کتابی نیست بیاد داشت۔ و در فن انشا بی نظیر چنانچہ چہار عنصر

واقعات او بریں دعوی دلیل ساطع است (سفینہ خوشگو)

شاہ محمد شفیع وارد

(وارد نے ایک تذکرہ مراۃ واردات لکھا تھا جواب ناپید ہے۔ شفیق نے
اپنے تذکرہ شام غریباں میں جو پاکستان سے شائع ہوا ہے بیدل سے
متعلق جو عبارت تھی نقل کی ہے۔ چونکہ یہ تذکرہ عام نگاہوں سے
پوشیدہ ہے اس لئے یہاں اس کی نقل کر دینا مناسب سمجھا گیا)

" طائر خوش نوائے وجود میرزا از گلستانِ عدم در اکبر نگر
عرف راج محل از ممالک بنگال پر پرواز کشود و مدتی دراں سرزمین
معاش بجمعیت بسر برد و در کمال جوانی رو بہ ہندوستان آورد و نخست
در صحبت میرزا سلیمان خالوی حقیقی سلطان محمد معز الدین خلف
شاہ عالم بن عالمگیر سالہا بسر برد۔ بعد فوت میرزا سلیمان در سلک
ملازمان اعظم شاہ بن عالمگیر منسلک گشتہ بیت الغزل دیوان اعتبار
گردید۔ روزی یکی از مقربانِ بساطِ سلطنت اشعار میرزا بہ سمع
بادشاہ رسانید۔ شاہ پرسید ایں اشعار کیست؟ عرض کرد کہ از میرزا بیدل
شاہ بر سبیل خوش طبعی فرمود "بیدل را در لشکر ما کہ تمام جوانان پر دل
اند چہ کار؟" میرزا بہ مجرد استماع ایں فحوای خارج آہنگ ازاں مقام
قدم بہ وادیٔ سفر گذاشت۔ پس از قطع منازل در بلدۂ متھرا بر کنار دریے
جمن اقامت گزید۔ لعل محمد نامی حاکم آں مکان نائب حسن علی خاں بہادر

الٰہ وردی خاں از قدوم میرزا اطلاع یافتہ در دلجوئی و خاطرداری کوشید
میرزا نیز دلدادۂ صحبت او شد۔ اتفاقاً سلطان عالمگیر کہ در دکن بود
لعل محمد را بحضور خود طلبید۔ لعل محمد بموجب حکمِ بادشاہ جبراً و قہراً
رہ براہ سفر دکن آورد و در عرض راہ سمند عزیمت بصوب اقلیم عدم جلوہ
ریز ساخت۔ میرزا تا مدت یک و نیم سال در خانہ راقم این اوراق بے
تشویش معاش رحلِ اقامت انگند تا آنکہ قاصد شکر اللہ خاں کہ
دراں ایام بہ حکومت بلدۂ نارنول من اعمال میوات می پرداخت پیش
میرزا رسید و مکتوب اشتیاق نسخ زرے رسانید۔ میرزا از وقوع چنین
اتفاق دواعی [illegible] نمودہ روی توجہ بصوب خاں مذکور آورد و تا
انقطاع سر رشتۂ حیاتِ خاں مذکور نوعے فی مابین [illegible] اتحاد
اخلاص بستہ شد کہ خیال مفارقت معنی بیگانہ بود۔ بعد رحلت خاں مذکور
سہ فرزند سعادت مندش کہ نخستین بہ خطاب پدر یعنی شکر اللہ خاں
مخاطب گشت و میانی شاکر خاں و خوردی میر کرم اللہ خاں عاشق
تخلص کہ آخر کار بخطاب نیای خویش یعنی عاقل خاں رسید در پاس
خاطر و حفظ مراتب دلجوئی بجدی کوشیدند کہ میرزا بجز طول زندگانی را تا
ہنگام سکتۂ مرگ بدولت و جمعیت خاطر گذرانید۔ درباب نسب
خویش آنچہ میرزا در نظر [illegible] احقر العباد مکرر تقریر کرد این است کہ سلسلۂ
اجداد میرزا منتہی [illegible] منصور بن مظفر بادشاہ فارس ممدوح خواجہ

حافظ شیرازی می گردد۔ ہنگامیکہ شاہ منصور با امیر تیمور صف آرائی
نمودہ کشتہ گردید اولادش و احفادش رو بہ صوب بخارا آوردند۔
چندین پشتِ میرزا در ماوراء النہر اقامت داشت۔ بزرگوار میرزا
ازاں مکان مفارقت ورزیدہ در مملکت بنگالہ رحل اقامت انگند۔
بعد انقضائے یک پشت آفتابِ وجود میرزا از مطلع صبح سعادت
طالع گشت۔ میرزا بہ پیرایۂ اہلیت آراستہ۔ و بہ زیور صاحب کمال
پیراستہ بود۔ خالقِ کریم توجہے خاص در حق آں برگزیدہ خود عام فرمودہ کہ
در تمامی مدتِ حیات خیال تحصیل اسباب دنیوی بخاطرش خطور
نکرد و مدام بہ جمعیت معاش با کمال انتعاشش اوقاتِ عزیز بسر برد
و امیرانِ عظام و صاحب ثروتان عالی احترام بہ ادب تمام داشتیاق ما
لا کلام فیض اندوز مجلس خامشش می گشتند و میرزا در مدت العمر سوائے
خانۂ شکر اللہ خاں و فرزندانش کمتر بدیدہ و دیدِ اعیان عصر قدم
رنجہ نمای گردید۔ سنِ شریف میرزا بہ ہشتاد رسیدہ و رحلت میرزا ازیں
خاکدانِ فنا بہ سوئے دار الصفائے بقا روز پنجشنبہ چہارم ماہ صفر سنہ
یکہزار و یک صد و سی و سہ واقع شد"

(مراۃ واردات بہ وسیلۂ شام غریباں)

بیدل محض باتونی نہیں۔ وہ انفس و
آفاق کا مشاہدہ غائر نظر سے کرتا

خواجہ عباد اللہ اختر

ہے۔ اس کے کلام میں صرف شاعرانہ تخیل حسین الفاظ کے زیور سے آراستہ نہیں۔ حکیمانہ تفکر بلند پایہ بھی ہے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں دلیل اس کا کلام ہے۔ میں تو میں علامہ اقبال سی بلند پایہ شخصیت بھی یہ اعتراف فراخ دلی سے کرتی رہی کہ "میں بیدل کی سطح کی بلندی تک نہ پہنچ سکا۔"

بیدل مشکل پسند سمجھا گیا لیکن یہ قصور فہم کا ہے اس لئے جب تک طبائع اس کے کلام سے مانوس نہ ہوں اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔

ڈاکٹر عبد الغنی

بیدل ان شعرا میں نہیں تھے جو صرف فن برائے فن کے قائل ہوتے ہیں، شعر گوئی میں اپنی بے نظیر مہارت، وہ کسی اعلےٰ تر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ ایک ایسا مقصد جو فن سے بدرجہا بالاتر تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کا فن صرف ان کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنے۔ زندگی میں ان کا ایک مقصد تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا فن ان کے مقصد رفیع کے تابع ہو۔ انہوں نے اپنی غیر معمولی شاعرانہ صلاحیتیں انسانی فوز و فلاح کے لئے استعمال کیں۔ اور یہ بے نظیر کارنامہ انہوں نے اس عہد میں سر انجام دیا جب کسی کے دل میں یہ خیال تک موجود نہ تھا کہ آرٹ ، آرٹ اور اعلےٰ مقصد کے لئے بھی وقف کیا جا سکتا ہے۔

قدرت اللہ قاسم ۔ مجموعۂ نغز

شعر فارسی بہ متانت و استواری و نزاکت و پختہ کاری می گوید۔ قادر ہر گونہ سخن است۔ اگرچہ برخی از زبان دانانِ ایران زمین و شطری از ہندی نژادان معانی آفریں۔ پای انصاف از دائرہ منصفی بیرون کشیدہ در پوستینش می افتند الرشاعرانِ ایران راکسی گوید کہ پنج بیت غزل بلکہ چہار مصرعہ رباعی بزبان اردوی معلیٰ بگوئید با وصف عمر بسر بردن در ہندوستان جنت نشان درست سر انجام توانستند داد تا بہ تدوین دواوین متعددہ صحیحہ ازاں قادر سخن بہ آں پختگی و متانت بزبانِ ایشاں الفرام یافتہ، چہ رسد۔ زہی انصاف دشمن بر مردی کہ بہ خطای محاورہ کہ جای چند اتفاق افتادہ خردہ گیرند۔

مجنوں گورکھپوری

بیدل عجیب و غریب مزاج و کردار لے کر پیدا ہوا تھا۔ اس کو کوئی اپنا ہم خیال یا ہمنوا نہیں ملا۔ وہ خود ساری دنیا کو غیر مانوس پاتا تھا۔ اور ساری دنیا کے لئے وہ اجنبی تھا۔ بیدل کا ترچھا پن (OLIQUE ART) سیدھی باتوں سے زیادہ بلیغ اور ہمہ گیر پیغام اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کو سننے اور سمجھنے کے لئے بڑے تربیت یافتہ اور بالغ ادراک کی ضرورت ہے۔

وہ ہر موقع پر نئی تشبیہیں اور نئے استعارے ایجاد کرتا ہے اور ان میں نئی کیفیتوں کا سامان ہمارے لئے مہیا کرتا ہے۔

بیدل اپنی شخصیت، اپنے فکر و احساس، اپنے اسلوب، انداز

کے اعتبار سے ایک مجتہد تھا اس لیے ایک بڑی مدت تک اہل شعر و سخن کے درمیان [illegible] سمجھا گیا اور نامقبول رہا۔ اس کو خود دنیا کی نارسائی اور اپنے بلند مقام کا احساس تھا وہ جانتا تھا کہ اس کی بات سمجھنا آسان نہیں۔

بیدل کی حق تلفی خود اس کے زمانے سے آج تک ہوتی رہی نہ اس کے ہم عصروں نے اس کو سمجھا نہ بعد کی نسلوں نے اس کی قدر کی۔ دنیا نے اس کو رواجی معیار اور دستور کے مطابق نہیں پایا تو اس کو خارج آہنگ کہہ کر کنارے کر دیا اور اس کا اثر محدود سے چند باذوق خواص کے حلقے تک محدود رہا۔ اس کی خارج آہنگی کیا تھی اور اس کا اصل راز کیا تھا اس کو سمجھنا ہے۔

سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ وہ بے دل انسان تھا۔ وہ دنیا کے جھوٹے رسم و رواج اور زندگی کے سطحی اور عارضی مفروضات کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

بیدل نئی ترکیبوں اور نئے اسالیب کا پروردگار ہے۔ کسی نے اس نکتہ پر غور نہیں کیا کہ نئے ترکیبی یا استعاری اختراعات تو ایک طرف بیدل جب کثیر الاستعمال الفاظ بھی اپنے شعر میں لاتا ہے تو اپنی ابداعی قوت اور اپنی خلاق تخیل سے ان میں نئی توانائی اور نئی بلاغت پیدا کر دیتا ہے۔

بیدل مجرد کو مجسم اور غیر محسوس بنا دینے کے حق میں بے مثل دستگاہ رکھتا تھا۔

بیدل بڑا دانشور تھا۔ دانشور وہی ہے جس کی کہی یا بتائی ہوئی باتیں

اس کے عہد کے بعد بھی غیر متناہی زمانے تک کچھ بدلے ہوئے عنوانات سے ہمارے کام آسکیں۔ ہم محسوس کرتے گئے ہیں کہ ایران و ہندوستان کے تمام شعرا میں گنتی کے چند کو چھوڑ کر بیدل سب سے بڑا مربی فن اور معلم اخلاق تھا اور اصلی فن وہی ہے جو اخلاق کی تہذیب میں مددگار ثابت ہو۔

اگلے زمانے کے فارسی شاعروں میں بیدل سے بڑا حکیم اور مفکر مشکل سے ملے گا۔ اس کو تخلیق اور کائناتی وجود کی جدلیت یعنی پر تضاد اور متناقض بالذات اصلیت کا درک تھا اور وہ اندرونی تضاد کو بیان کرنے کے لئے طرح طرح پیرائے اختیار کرتا تھا۔ جو غیر مانوس ہوتے ہوئے بھی جمیل و دل کش ہوتے تھے۔

واقعی بیدل بہ قول غالب ایک محیط بے ساحل ہے۔ اس کی کائنات فکر کا رقبہ لامحدود ہے۔ دنیا اور انسان کی خلقت کے راز، انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور مسئلوں میں کون سا پہلو یا مسئلہ ہے جس پر بیدل نے غور و فکر نہ کیا ہو اور جس کے متعلق اس کے یہاں ہدایتیں یا اشارے نہ ملتے ہوں حکمت و فلسفہ، اخلاق و معاشرت، مذہب و معرفت کیا ہے جو بیدل کے کلیات نظم و نثر میں نہ ہو اور جس میں بیدل ہمارے لیے ایک مجتہد کی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ مضامین اور اسالیب دونوں میں بیدل کے یہاں جیسا لامتناہی تنوع ہے اس کی مثال فارسی یا اردو کے کسی دوسرے شاعر یا نثر نگار کے یہاں نہیں ملتی۔ بیدل کی رنگارنگی کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ اس کا نیرنگ ساز

تخیل کسی مقام پر بند نہیں۔ ہر قسم کے تجربات و واردات کے اظہار پر اس کو قدرت حاصل ہے لیکن اس کا اسلوب اتنا اچھوتا ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ نہیں سکتا اور یہ اسلوب اچھوتا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ہر واقعے، ہر تجربے اور ہر چیز کو نئے زاویے سے دیکھتا ہے۔

پروفیسر امیر حسن عابدی

بیدل نے سبک ہندی کو بلند ترین منزلوں تک پہنچا دیا اور ان کی نظم و نثر کو سمجھنے کے لئے غیر معمولی فکری اور تخیلی ورزش کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہندستان افغانستان اور تاجکستان میں بیدل بہت مقبول ہوئے۔ افغانستان میں تو "بیدل شناسی" ایک اصطلاح بن گئی ہے۔ اور بعض علماء بیدل شناس کہے جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ بیدل کو سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت کم لوگ ہیں جو بیدل کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

سرخوش

بیدل نثرہائی رنگیں می نگارد و در فقر و توکل بادشاہِ وقتِ خود است۔ (کلمات الشعرا)

حسین قلی خاں

بیدل طرز جدید و مسلک نو اختیار کردہ در نظم و نثر بغایت دستِ قدرت داشتہ۔ (نشترِ عشق)

تصانیف بیدل

بیدل نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتا تھا۔ پیچیدہ بیانی کے باوجود اسلوب نگارش میں بھرپور رعنائی اور شاعرانہ لطافت پائی جاتی ہے۔ بسیار گوئی کے باوصف زور بیان میں یکساں روانی اور شادابی ملتی ہے اور اس حیثیت سے بیدل اپنے رنگ کا منفرد شاعر و نثار ہے۔ اس کی تصانیف نظم و نثر کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱ غزلیات۔ دیوان غزلیات بہت ضخیم ہے۔ کمیت اور کیفیت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ ان میں شاعرانہ تخیل بھی ہے اور حکیمانہ تفکر بھی۔ اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے کم نہیں۔

۲۔ رباعیات۔ دو ہزار رباعیوں سے کم نہیں جن کے اشعار کی تعداد چار ہزار ہے۔

۳۔ قطعات و مخمسات و ترکیب بند و ترجیع بند وغیرہ بے شمار ہیں۔

۴۔ محیط اعظم۔ یہ مثنوی چوبیس سال کی عمر میں سنہ ۱۰۷۸ھ میں لکھی۔ اس میں چھ ہزار اشعار ہیں یہ فردوسی کی شاہنامہ کے بحر میں ہے اور گویا ظہوری کے ساقی نامہ کا جواب ہے۔ بیدل خود کہتا ہے کہ ایں میخانہ حقائق است نہ ساقی نامہ اشعار ظہوری۔

۵۔ طلسم حیرت یہ [illegible] میں لکھی گئی یہ ایک تمثیلی مثنوی ہے۔ حقائق و معارف اور تکوین عالم کو تمثیلی رنگ میں پیش کیا ہے۔ یہ جامی کی یوسف زلیخا کے بحر میں ہے۔ اس میں چھ ہزار اشعار ہیں۔

۶۔ طور معرفت۔ اس مثنوی میں مناظر و مظاہر قدرت کی بھرپور عکاسی ہے۔ بیدل نے کوہ بیراٹ میں جو فطرت کا مشاہدہ کیا۔ وہ اشعار میں جلوہ گر ہیں۔ اشعار تین ہزار۔ یہ صرف دو [illegible] میں لکھی گئی۔ غالب نے اس مثنوی کے مطالعے کے بعد نسخۂ قلمی پر یہ شعر لکھا ہے۔

ہر حبابی را کہ موجش گل کند جام جم است ؛ آب حیوان انجوے از محیط اعظم است

۷۔ عرفان۔ یہ مثنوی سنہ ۱۱۲۴ھ میں تمام ہوئی اور اس میں گیارہ ہزار اشعار ہیں۔ اس کی تصنیف میں بیدل کو تیس سال لگ گئے۔ یہ حد ثنائی کے بحر میں ہے اور کائنات کے حقائق اور فلسفیانہ نکات کی تشریح ہے۔ بیدل کو اس مثنوی پر ناز تھا۔

۸۔ تنبیہ المہوسین : یہ مثنوی زر پرستوں اور ہوسوں کی مذمت میں ہے اس میں کل دو سو دس اشعار ہیں

۹۔ بیانیہ مثنوی۔ اس مثنوی میں ۲۶ اشعار ہیں جو گھوڑے، ہاتھی اور تلوار کی تعریف و توصیف میں لکھے گئے ہیں۔

۱۰۔ قصائد۔ ۹ قصائد ہیں جو زیادہ تر نعتیہ ہیں جن میں بیدل نے خاقانی اور عرفی کے قصیدوں کے تتبع میں زور قلم صرف کیا ہے۔ چند قصیدے ان کے محسنین احباب کی شان میں ہیں جو خوشامدانہ نہیں بلکہ دوستانہ ہیں۔ انعام و اکرام کا لالچ بیدل کو مطلق نہ تھا۔

۱۱۔ چہار عنصر۔ نثر کی یہ کتاب گویا بیدل کی آپ بیتی ہے۔ اس کے چار حصے ہیں۔ یہ بیس سال کے عرصے میں لکھی گئی۔ تکمیل سنہ ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔

۱۲۔ رقعات : بیدل کے ۲۷۳ رقعات کا مجموعہ ہے جو اپنے اعزہ و احباب اور کرم فرماؤں کے نام اپنے طرز و اسلوب خاص میں لکھے ہیں۔

۱۳۔ نکات : یہ کتاب چہار عنصر ہی کے مختلف مطالب کو اخذ کر کے مختصر جملوں اور دل پذیر اسلوب میں اشعار کی آمیزش کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ جانسن پاشا نے مثنوی گلشن راز شبستری اور رباعیات عمر خیام کے ترجموں کے ساتھ لندن سے سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع کیا ہے

بیدل کی نثری تصانیف کی سطروں کو اگر بیت تصور کیا جائے تو کل تصانیف کے ابیات ایک لاکھ سے بڑھ جائیں گی۔ یہ بیدل کے کمال کا تعارف ہے۔ بیدل نے اپنے کلیات کو تلوایا تو ۱۲ سیر وزنی ہوا اسی کے برابر زر و جواہر خیرات کیے۔

بیدل، غالب اور اقبال

حسن تفکر میں تینوں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ غالب نے بیدل کو "محیط بے ساحل" اور "قلزم فیض" کہا۔ اور "بہار ایجادی بیدل" کو پسند کیا۔ غالب کے یہاں "بیدلیت" بہ شدت ہے۔ غالب کے یہ اشعار دیکھئے معلوم ہوتا ہے بیدل کا قلم ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔

نفس با صور دم ساز است امروز ؛ خموشی محشر راز است امروز

رگ سنگم شرارے می نویسم ؛ کف خاکم غبارے می نویسم

شکایت گونہ ای دارم ز احباب ؛ کتان خویش می شویم بہ مہتاب

پھر یہ شعر دیکھئے :

غلطے بر ہستی عالم کشیدیم از مژہ بستن ؛ ز خود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را

اقبال بھی بیدل سے کچھ کم متاثر نہیں۔ خیالات بیدل سے مستفیض ہوتے ہیں۔ مسئلہ خودی و بیخودی، زمان و مکان، وجود و عدم، درس عمل، عظمت انسانی سے متعلق اقبال کے جو خیالات ہیں وہ بڑی حد تک بیدل سے اثر پذیری کا نتیجہ ہیں۔

اب غالب اور اقبال کے ایسے اشعار پڑھئے جو مطالب و مفہوم میں بیدل سے ہم آہنگ ہیں اور کہیں کہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساز ایک ہی ہے آواز مختلف ہے اور کہیں یہ بھی کہ ساز و آواز دونوں میں یکسانیت اور ہم آہنگی ہے۔

بیدل اور غالب

بیدل	غالب
خلقے بہ عدم دودِ دل و داغِ جگر رد	سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک ہم صرفِ گل و سنبل شدہ باشد	خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں
در جستجوی ما نہ کشی زحمتِ سراغ	آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
جائے رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد	مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا
مطلبم از مے پرستی تر دماغیہا نہ بود	مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک دو ساغر آب دارد گریۂ مستانہ را	اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے
تا کے زخلق پردہ برد انگنی چو خضر	وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ خلق اے خضر
مردن بہ از خجالتِ بسیار زیستن	نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاوداں کے لئے
ہر کجا می گذری گردِ پرِ طاؤس است	دیکھو تو دل فریبیِ اندازِ نقشِ پا
نقشِ پایت چہ قدر بوقلموں می گذرد	موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
لب فرو بندیم تا رنجِ دوئی انشا کنیم	ما بہ ما عینِ خودیم اما خود از وہمِ دوئی
درمیانِ ما و تو، ما و تو حائل می شود	درمیانِ ما و غالب، ما و غالب حائل است
من و ما ز دکانِ خود فروشیا چہ حرف است ایں	قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
جنونِ ایں فضولی در سرِ منصوری باشد	ہم کو منظور تنک ظرفیِ منصور نہیں
محو یاریم و آرزو باقیست	تا کجا ایں جلوہ زاں کافر ادا می خواستم
وصلِ ما انتظار را ماند	کز ہجومِ شوق در وصل انتظارے داشتم
طریقِ عشق دشوار است زایں خرد بگزر	دولت بہ غلط نبود از سعی پشیماں شو
حریفِ کفر اگر نتواں شدن بارے مسلماں شو	کافر نتوانی شد نا چار مسلماں شو

بیدل اور اقبال

بیدل	اقبال
ملتِ اضدادِ خلق اوج و حضیضِ فطرت است	ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
زیں سبب بولہب خصمِ پیمبر بودہ است	چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی
با ہر کمال اندکی آشفتگی خوش است	اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
ہر چند عقلِ کل شدہ ای بے جنوں مباش	لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے
گویند بہشت است ہمہ راحتِ جاوید	مرا ایں خاکداں من ز فردوسِ بریں خوش تر
جائیکہ بہ داغت نہ طپید دل چہ مقام است	مقامِ ذوق و شوق است حریمِ سوز و ساز است ایں
دل اگر می داشت وسعت بی نشاں بود ایں چمن	پرتوِ حسنِ تو می افتد بروں مانندِ رنگ
رنگِ مے بیروں نشست از بسکہ مینا تنگ بود	صورتِ مے پردہ از دیوارِ مینا ساختی
ہر دو عالم خاک شد تا بست نقشِ آدمی	آ یہ کائنات کا معنیٔ دیر یاب تو
اے بہارِ ہستی از قدرِ خود آگاہ باش	نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو
دیدہ است چو نرگس دریں تماشا گاہ	ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
ہزار چشم و یکی را نصیبِ دیدن نیست	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
بروں دل نتواں یافت ہر چہ خواہی یافت	حسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مل جاتا
کدام گنج کہ در خانۂ خراب تو نیست	تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل
حرص ہر سوی برد بہ سیم و زر، دارد نگاہ	زاہدِ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
زاہد از فردوس ہم مطلوب جز دنیا نداشت	دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
آنچہ نہ دارد دوام نیست بغیر از تلف	سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
آنچہ شود ثبات نیست بجز انقلاب	ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

زلافِ حمد و نعت اولی ست بر خاک ادب خفتن
سجودی می توان کردن درودی می توان گفتن

انتخاب کلام

بہ کلامِ بیدل اگر رسی مگذر ز جادهٔ منصفی
کہ کسی نمی طلبد ز تو صلهٔ دگر مگر آفرین

بیدل اپنی نظر میں

باکمالِ آبدارت کی رسد لافِ گہر
بیدل این جا اعتباری نیست حرفِ بحر را

بیدل از فطرتِ ما قصرِ معانی ست بلند
پایہ دارد سخن از کرسیِ اندیشهٔ ما

بہ فکرِ تازہ گویان گر خیالم پرتو اندازد
بہ [illegible] گردد بر دل اوراقِ دیوانہا

بیدل از رنگین خیالی ہای فکرت می سزد
جدولِ رنگِ بہار اوراقِ دیوان ترا

مدعی درگذر از دعویٔ طرزِ بیدل
سحر مشکل کہ بہ کیفیتِ اعجاز رسد

می گذارد بر دماغ یک جہان معنی قدم
لغزشی کز خامهٔ تحریرِ من پیدا شود

صورتِ احوالم از طرزِ تخلص روشن است
بیدلیہا چیدہ ام بر خود ز وضعِ روزگار

نشد آئینهٔ کیفیتِ ما ظاہر آرای
نہان ماندیم چون معنی بہ چندین لفظِ پیدائی

تب و تابِ اشک چکیدہ ام کہ رسد بہ معنیِ رازِ من
ز شکستِ شیشهٔ دل مگر شنوی حدیثِ گدازِ من

بیدل دوسروں کی نظر میں

رساند پایۂ معنی بہ آسمان نہم ‖ بلند طبع شناسد کلام بیدل را

—— آزاد بلگرامی

✤

آں ذاتِ ابد قدرتِ تنزیہ مقام ‖ عبدالقادر نمود تشبیہش نام

شد زندہ یکی بہر مسیحائی دین ‖ آمد دگر اکنوں پئی احیائی کلام

—— لالہ سکھ راج سبقت

✤

بلند است از فلک ماوائی بیدل ‖ نباشد ہیچ کس را جائی بیدل

ندیدم از سخن گویانِ عالم ‖ کسی را در جہاں ہمتائی بیدل

بہ رفعت برتر است از کوہ طغرل ‖ جنابِ حضرتِ مرزائی بیدل

—— نقیب خان طغرل

✤

مرزا بیدل کہ رہنمائی سخن است ‖ پیغمبر و غوث و پیشوائی سخن است

یکتاست در آفریدنِ طرزِ کلام ‖ باللہ کہ پئی سخن خدائی سخن است

—— بندرابن داس خوشگو

غزلیات

با درجِ کبریا کز پہلوئی عجز است راہ آنجا
سرِ موئی گر اینجا خم کنی بشکن کلاہ آنجا

ادب گاہِ محبت نازِ شوخی بر نمی دارد
چو شبنم سر بہ مہرِ اشک می بالا نگاہ آنجا

مقیمِ دشتِ الفت باش خوابِ ناز ساماں کن
بہم می آورد چشمِ تو مژگانِ گیاہ آنجا

بہ سعیٔ غیر مشکل بود ز آشوبِ دوئی رستن
دری در جیبِ خود دزدیدم و بُردم پناہ آنجا

ز طرزِ مشربِ عشاق سیرِ بینوائی کن
شکستِ رنگ کس آبی ندارد زیر کاہ آنجا

خیالِ جلوہ زارِ نیستی ہم عالمی دارد
ز نقشِ پا سری باید کشیدن گاہ گاہ آنجا

زمیں گیرم با فسونِ دلِ بی مدعا بیدل
دراں وادی کہ منزل نیز می افتد براہ آنجا

ستم است گر هوست کشد که به سیرِ سرو و سمن درآ
تو ز غنچه کم نه دمیده ای درِ دل گشا به چمن درآ

پی نافه‌هایِ رمیده بو مپسند زحمتِ جستجو
بخیالِ حلقهٔ زلفِ او گرهی خورد به ختن درآ

غمِ انتظارِ تو برده ام بره خیالِ تو مرده ام
قدمی به پرسشِ من کشا نفسی چو جاں به بدن درآ

ز خروشِ عالمِ کبریا همه وقت می رسد ایں ندا
که بخلوتِ ادب و وفا ز درِ بروں نه شدن درآ

بکدام آئینه مائلی که ز وحشت ایں همه غافلی
تو نگاهِ دیدهٔ بسملی مژه واکن و به کفن درآ

به نمودِ هستیِ بی اثر چه نقاب شق کنم از حیا
تو بمن اگر نظری کنی که دمی عرق کنم از حیا

اگرم دهد خطِ امتحاں هوسِ کتابِ نُه آسماں
مژه برهم آرم ازیں و آں همه یک ورق کنم از حیا

چه کنم نه شوخیِ طبعِ دوں قدمی نزد عرقم بخوں
که بوسم آں لبِ لعل گوں سحری شفق کنم از حیا

ز تخیلی که براهِ دیں غمِ باطلم شده دل نشیں
بمن ایں گماں نه برد یقیں که خیالِ حق کنم از حیا

اگر بگلشن ز ناز گردد قدِ بلندِ تو جلوه فرما
ز پیکرِ سرو موجِ خجلت شود نمایاں چو می ز مینا

بچشمِ مستِ تو گر نیاید قبولِ کیفیتِ نگاهی
طپد ز مستی بردی آئینه نقشِ جوهر چو موجِ صهبا

نخواند طفلِ جنوں مزاجم خطی ز پستی و بلند هستی
شوم فلاطونِ ملکِ دانش اگر شناسم سر از کفِ پا

به هیچ صورت ز دورِ گردوں نصیبِ ما نیست سربلندی
ز بعدِ مردن مگر نسیمی غبارِ ما را برد به بالا

نه شامِ ما را سحری امیدی نه صبحِ ما را دمِ سفیدی
چه حاصلِ ماست ناامیدی غبارِ دنیا بفرقِ عقبی

رمیدی از دیدهٔ بی تامل گذشتی آخر بصد تغافل
اگر ندیدی طپیدنِ دل شنیدنی داشت نالهٔ ما

باولیں جلوه ات ز دلها رمید صبر و گداخت طاقت
کجاست آئینه تا بگیرد غبارِ حیرت ازیں تماشا

بدورِ پیمانهٔ نگاهت اگر زند لاف می فروشی
نفس برنگِ کمند پیچد ز موجِ می در گلوی مینا

بهر کجا ناز سر برآرد نیاز هم پایه کم ندارد
تو و خرامی و صد تغافل من و نگاهی و صد تمنا

همه عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما
چه قیامتی که نمی‌رسی ز کنار ما بکنار ما

چو غبار ناله بنیستان نزدیم گامی ز امتحان
که ز خود گذشتن ما نشد به هزار کوچه دچار ما

همه را به عالم بیخودی قدحی است از می عافیت
سر و برگ گردش ما ببین چه خلل کشد بحصار ما

دل ناتوان بکجا برد الم تردد عاجزی
که چو سبحه هر قدم اوفتد به هزار آبله کار ما

نه به دامنی ز حیا رسد نه بدستگاه دعا رسد
چو رسد به نسبت یار رسد کف دست آبله دار ما

صف رنگ لاله بهم شکن چه جوش گل به زمین فگن
به بهار دامن ناز زن ز حنائی دست نگار ما

به سواد نسخهٔ نیستی نرسید مشق تاملت
قلمی به خاک سیاه زن بنویس خط غبار ما

برکاب عشرت پرفشان نزدیم دست تظلمی
به غبار میرود آرزو نکشید دامن یار ما

چمن طبیعت بیدلم ادب آبیار شگفتگی
زده است ساغر رنگ و بو به دماغ غنچه بهار ما

چو تخم اشک بکلفت سرشته اند مرا
بنا امیدی جاوید کشته اند مرا

طلسم حیرتم و یک نفس قرارے نیست
بآب آئینه دل سرشته اند مرا

بفرصت نگهی آخرست تحصیلم
بسان رنگم و برگ گل نوشته اند مرا

کجا روم که شوم ایمن از سب غماز
که عالم آدمیان ز فرشته اند مرا

فلک شکار کمند است سرنگونی من
ندانم از خم زلف که هشته اند مرا

دریای خیالیم و نمی نیست درین جا
جز وهم وجود و عدمی نیست درین جا

رمز دو جهان در ورق آینه خواندیم
جز گرد تحیر رقمی نیست درین جا

عالم همه مینا گر بیداد شکست است
وین طرفه که سنگ ستمی نیست درین جا

برهم نزنی سلسلهٔ ناز کریمان
محتاج شدن بی کرمی نیست درین جا

ما بجران قافلهٔ دشتِ خیالیم
رنگست بگردش قدمی نیست درین جا

از حیرت دل بندِ قبائی تو کشودیم
آئینه گری کار کسی نیست دریں جا

بیدل من و بیکاری و معشوق تراشی
جز شوقِ برہمن صنمی نیست دریں جا

هستی به طپش رفت واثر نیست نفس را
فریاد کزیں قافله بردند جرس را

دل مائلِ تحقیق نگردید وگرنه
از کسب یقیں عشق تواں کرد ہوس را

ہر دل نبرد چاشنی از درد محبت
ایں آتش بیرنگ نسوزد ہمه کس را

بیدل نشوی بے خبر از سیر گریباں
ایں جاست که عنقا تهٔ بال است مگس را

به مهر در گیتی مکش رنج امید ایں جا
که خونها می خورد تا شیر می گردد سپید ایں جا

کسی در بند غفلت ماندهٔ چوں من ندید ایں جا
دو عالم یک در باز است و می جویم کلید ایں جا

محیط از جنبشِ ہر قطرهٔ طوفاں جنوں دارد
شکست رنگ امکاں بود گر یک دل طپید ایں جا

طپشہای نفس از پردهٔ تحقیق می گوید
که تا از خود اثر داری نخواہی آرمید ایں جا

سراغ منزل مقصد مپرس از ما زمیں گیراں
به سعیِ نقشِ پا راہی نمی گردد سفید ایں جا

تحیر گر به چشم انتظارِ ما نه پردازد
چه وسعت می تواں چیدن ز آغوش امید ایں جا

بدل نقشی نمی بندد که با وحشت نه پیوندد
نمی دانم کجا ایں بے وفا آئینه چید ایں جا

غنی در شہر ما بے نوایاں خونبہا دارد
ز عریانی بداں آگر توانی شد شہید ایں جا

بلند است آں قدر ہا آشیان عجز ما بیدل
که بی سعیِ شکستِ بال و پر نتواں رسید ایں جا

فلک بر گشتگی چند از خمار آرمیدنها
نمی بایست از خاک این قدر دامن کشیدنها

مخور ای شمع باز هستی فریب محفل آرائی
که یک گردن نمی ارزد بچندین سر بریدنها

بساز محفل نیرنگ هستی سخت حیرانم
زنبض ناله خاموشی است دل مست شنیدنها

شبی در بیخودی نظارهٔ آن بی وفا کردم
کنون چشمم چو شمع کشته داغ است از ندیدنها

مقام نعل نایاب است در راه سعی ناپیدا
چه می کردیم یارب گر نه بودی نارسیدنها

دوتا کردیم آخر خویش را در خدمت پیری
رسانیدیم بار زندگانی با خمیدنها

ز هستی گر برون تازی عدم در پیش می آید
درین وادی مقامی نیست غیر از نارسیدنها

ز نیرنگ فسون پردازی الفت چه می پرسی
تو در آغوشی و من کشته ای از دور دیدنها

درین گلشن که رنگش ریختند از گفتگو بیدل
شنیدنهاست دیدنها و دیدنها شنیدنها

خاکسار تو طپیدن کند آغاز چرا
جرس آبله بیرون دهد آواز چرا

جیب حسنت گره از بیضهٔ فولاد کشود
دیدهٔ ما بجمال تو نه شد باز چرا

دل بدست تو و ما از تو دگر مانع چیست
خود نمائی نکند آئینه پرداز چرا

سیل بنیاد جهان است نظر وا کردن
هوش ما هم نشود خانه بر انداز چرا

ساز بیتابی دل گر نه عروج آهنگ است
نفس از بیم طپش می شود آواز چرا

گر نه سازیست یقین رابطهٔ هر بم و زیر
شکوه شد زمزمهٔ طالع ناساز چرا

بی نیازی اگر از عیب و هنر مستغنی است
حیرت آئینه دارد لب غماز چرا

نیست جز خودشکنی دامن اقبال بلند
آخر ای مشت غبار این همه پرواز چرا

بیدل آئینهٔ معشوق نما در پیست
این نیازی که تو داری نشود ناز چرا

چو شمع یک مژه واکن ز پرده مست برون آ
بگیر پنبهٔ زمینا قدح بدست برون آ

منزه است خرابات بی نیازِ حقیقت
تو خواه سُبحه شمر خواه می پرست برون آ

قدت خمید ز پیری دگر خطاست اقامت
ز خانه ای که بنایش کند نشست برون آ

امید و یاسِ وجود و عدم غبار خیال است
از انچه نیست مخور غم و زانچه هست برون آ

مباش محو گمان خانهٔ فریب چو بیدل
خدنگ ناز شکاری ز قید شست برون آ

نفس آشفته می دارد چو گل جمعیتِ ما را
پریشان می نویسد کلک موج احوال دریا را

درین وادی که می باید گذشت از هر چه پیش آید
خوش آن رهرو که در دامانِ دی افگند فردا را

نزاکتهاست در آغوشِ مینا خانهٔ حیرت
مژه برهم مزن تا نشکنی رنگِ تماشا را

نگه شد شمع فانوسِ خیال از چشم پوشیدن
فنا مشکل که از عاشق برد شوقِ تماشا را

به خیالِ چشم که می زند قدحِ جنون دل تنگ ما
که هزار میکده می دود به رکاب گردش رنگ ما

ز غبارِ بیدل ناتوان دل نازکت نشود گران
که رود ز یاد تو خود بخود چو نفس ز آئینه زنگ ما

نشد درین درسگاهِ عبرت بفهم چندین رساله پیدا
جنون سوادی که کردم امشب ز سیرِ اوراقِ لاله پیدا

اگر بصد رنگ بر فشانم ز دام جستن نمی توانم
که گرد پرواز بی نشانم ز بال طاوس هاله پیدا

قبولِ انعام بد معاشان بجود گوارا مگیر بیدل
که می شود این گلو خراشان چو استخوان از نواله پیدا

ای آئینهٔ حسن تمنای تو جانها — اوراقِ گلستان به ثنای تو زبانها
در چارسوی دهر گذر کرد خیالت — لبریز شد از حیرتِ آئینه دکانها
در کنه تو آگاهی و غفلت همه معذور — دریاست میان غافل و ساحل ز کرانها
هر سبزه درین دشت شد انگشتِ شهادت — تا از گل خودروی تو دادند نشانها
جز ناله به بازار تو دیگر چه فروشیم — این است متاع جگر سوخته جانها

بیدل زرهِ حمد از تو بصد مرحله دور است
خاموش که آوارهٔ وهم اند بیانها

به شبنمی صبح این گلستان نشاند جوشِ نشهٔ خود را
عرق چو سیلاب از جبین رفت و ما نکردیم کار خود را

به خویش گر چشم می‌گشودی چو موج دریا گره نبودی
چه سحر کرد آرزوی گوهر که غنچه کردی بهار خود را

تو شخص آزاد پرفشانی قیامت است این که زنده مانی
ز جود خود داریت به رنگی که سنگ کردی شرار خود را

ز پاس ناموس ناتوانی چو سایه ام ناگزیر طاقت
که هر چه زین کاروان گران شد بدوش افگند بارِ خود را

به عمر موهوم فکر فرصت فزود صد بیش و کم ز غفلت
تو گر عیارِ امل نگیری نفس چه داند شمارِ خود را

قدم به صد دشت دور کشادی ز ناله در گوشه‌ها فتادی
عنان به ضبط نفس نه دادی طبیعت نی سوارِ خود را

بلندیٔ سر بجیب پستی است اعتبار جهان هستی
چراغ این بزم تا سحرگاه زنده دارد مزار خود را

ز شرم هستی قدح نگون کن دماغ مستی بوهم خون کن
تو ای حباب از طرب چه داری پر از عدم کن کنار خود را

اگر دلت زنگ کین زداید خلاف خلقت نه پیش آید
صفای آئینه شرم دارد که خورده گیرد دو چار خود را

وداعِ آرائش نگین کن ز شرم دامان حرص چین کن
مزن به سنگ از جنونِ شهرت چو نام نقش وقار خود را

بدر زن از سر هوا چو بیدل ز الفتِ وهم پوچ بگسل
برآستانِ امید باطل خجل مکن انتظار خود را

جوشِ اشکیم و شکست آئینه دار است این جا
رقص هستی همه دم شیشه سوار است این جا

سایه ام باکه دهم عرض سیه بختیٔ خویش
روز هم آئینه دار شب تار است این جا

عافیت می طلبی منتظرِ آفت باش
سر بالین طلبان تحفهٔ دار است این جا

عافیت چشم ز جمعیتِ اسباب مدار
هر قدر ساغر میناست خمار است این جا

فرصتِ برق و شرر با تو حسابی دارد
امتیاز یکه نفس در چه شمار است این جا

انجمن در بغل و ما همه بیرون دریم
بحر جهد آنکه زند موج کنار است این جا

بیدل اجزای جهان پیکر بی تمثالی است
حیرت آئینه با خویش دو چار است این جا

عبث تعلیم [illegible] بیان را
ز بینائی چه [illegible] از سرمه کن بستهٔ مژگان را

به [illegible] اشتیاق رسوائی کن سودای پنهان را
[illegible]ی خنده مردم کمش چاک گریبان را

به بی‌سامانیم [illegible] است از شور جنون گرید
اگر دستی کنم پیدا نمی‌یابم گریبان را

ز بیتابی است بر خار تعلق دامن افشاندن
نگاه آن به که بردارد ز راه خویش مژگان را

درین گلشن بآن تنگی نباید غنچه گردیدن
چو گل یک چاک دل واشو بدامن کش گریبان را

ز برق کامرانیهای عیش آباد رسوائی
ز شادی لب نمی‌آید بهم چاک گریبان را

کتاب بیکرم از موج می شیرازه می‌خواهد
نم آبی فراهم می‌کند خاک پریشان را

ز سوز ناله آتش در نهاد رنگ و بو افگن
چو شبنم آبروئی نیست این جا چشم گریان را

غباری دیده ای دیگر ز حال ما چه می‌پرسی
شکست آئینه پرداز است رنگ ناتوانان را

به چشم خون‌فشان بیدل توان بحر گهر ریزی
کلاف آبرو پیچیست گداز ابر نیسان را

شور جنون در قفسی با همه بیگانه بر آ
یک دو نفس ناله شو از دل دیوانه بر آ

تاب دوتا سبحه بهل رشتهٔ زنار گسل
قطرهٔ می جوش زن و بر خط پیمانه بر آ

اشک کشد تا کجات غیرت ناموس حیا
شیشه به بازار شکن اندکی از خانه بر آ

چون نفس از الفت دل پای تو فرسوده به گل
ریشهٔ وحشت ثمری از قفس دانه بر آ

چرخ کلید در دل وقف جهالت مکن
ای صفت گو دم تیغت همه دندانه بر آ

نیست خرابات جنون عرصهٔ جولان فتون
نعرهٔ شور مستانه خوش است آبله پیمانه بر آ

کرده فسون نفست غرهٔ عشق و هوست
دود چراغ که نه ای از دل پروانه بر آ

تا ز خودت نیست خبر در همه خاکست نظر
مژه بر خویش کشا گنج ز ویرانه بر آ

ما و من عالم دون جمله فریب است و فسون
رو بدر خواب زن از کلفت افسانه بر آ

بیدل از افسون گریت خوش جز آدم نشود
چنگ بهر ریشه مزن از هوس شانه بر آ

نخلِ شمعیم کہ در شعلہ دود ریشۂ ما
عافیت سوز بود سایۂ اندیشۂ ما

بسکہ چوں جوہر آئینہ تماشا نظریم
می چکد خونِ تحیر ز رگ و ریشۂ ما

یک نفس ساکنِ دامانِ خیالیم امروز
ورنہ چوں آب رواں است ہماں پیشۂ ما

نفس گرم بر آتش صفتاں برق فناست
بیستوں می شود آب از شررِ تیشۂ ما

بسکہ چوں شمع بغم نشو و نما یافتہ ایم
شعلہ زا موج طراوت ثمر و ریشۂ ما

سختیٔ دہر ز دستِ دلِ ما زنہاریست
آب شد طاقتِ سنگ از جگر شیشۂ ما

چشم امید نداریم ز کشتِ دگراں
دلِ ما دانۂ ما نالۂ ما ریشۂ ما

خامشیہا سبقِ مکتب بیتابیٔ ماست
یک قلم نالۂ ما بود نئے بیشۂ ما

دلِ گم گشتہ سراغیست ز کیفیتِ شوق
نشہ با مدگاز دست رود شیشۂ ما

بیدل از فطرتِ ما قصرِ معانیست بلند
پایہ دارد سخن از گرمیٔ اندیشۂ ما

تا دریں گلزار چوں شبنم گذر داریم ما
بادہ ای در جامِ عیش از چشم تر داریم ما

کی ببلبلِ گفتگو بنیادِ ما گیرد خلل
کوہ تمکیں خانہ ای از گوش کر داریم ما

از گدازِ دل تواں در کائنات آتش زدن
ساز چندیں گلخنیم و یک شرر داریم ما

عاشقاں را صندلِ آسودگی دردسر است
تا بہ سر دردے نباشد دردِ سر داریم ما

شش جہت آئینہ دار پرتوِ اظہار اوست
نیست جز مژگاں حجابی را کہ بر داریم ما

رنج کلفت از مزاجِ تیرہ بختاں مشکل است
ہمچو داغِ لالہ شامِ بی سحر داریم ما

نالہ را ایدل بباد غم مدہ کیں رشتہ ایست
کز پیٔ شیرازۂ لختِ جگر داریم ما

از کمالِ ما چہ می پرسی کہ مانندِ چنار
در خود آتش می زنیم از بس اثر داریم ما

تا نگاہی گل کند ذوقِ تماشا رفتہ است
چوں شرر سامانِ فرصت ایں قدر داریم ما

بیدل اندر جلوہ گاہِ چینِ ابروے کسے
کشتیٔ نظارہ در موجِ خطر داریم ما

○

غِ حسرتم واسوخت آخر خودنمائیها
آورد از دلم چون ناله اظهار رسائیها

مباش ای غنچه از اوراقِ گل مغرورِ جمعیت
که این پیوستگیها در بغل دارد جدائیها

ر گم کرده آهنگم مپرس از عندلیب من
ین گلشن نفس می سوزم از آتش نوائیها

بدل گفتم که این شیوه دشوار است در عالم
نفس در خون طپید و گفت پاسِ آشنائیها

چه کلفتها که دل در بیخودی دارد نهان بیدل
بود آئینه را حیرت نقاب بی صفائیها

○

کمالِ اتحاد از وصل مهجوریم ما
هم چو ساغر می بلب داریم و مخموریم ما

رتوِ خورشید جز در خاک نتوان یافتن
یک زمین و آسمان از اصل خود دوریم ما

در آغوش و موجِ ماست محوی برکنار
کارها با عشق بی پرواست و معذوریم ما

○

خال تسلیم زن و شوکت شاهی دریاب
گردنی خم کن و معراج کلاهی دریاب

یوسفی کن اگر اسباب مسیحائی نیست
به فلک گر نرسیدی بن چاهی دریاب

نامرادی صدفِ گوهر اقبال رساست
غوطه در جیب گدائی کن و شاهی دریاب

چه وجود و چه عدم نسبت دکشادِ مژه است
چون شرر رهرو جهان را به نگاهی دریاب

دامنِ دیده بهر سرمه میالا بیدل
انتظاری شو و گردِ سرِ راهی دریاب

گر این گرمیست آهِ شعله زائی عندلیب
شمع روشن می توان کرد از صدائی عندلیب

یک خواهی پاسِ ناموسِ محبت داشتن
ختم دار از دیدنِ گل بی رضائی عندلیب

مانعِ قتل ضعیفان جز مروت هیچ نیست
ورنه از گل کس نخواهد خون بهائی عندلیب

○

دل از خمارِ طلب خوں کن و شراب طلب
جگر بتشنہ لبی واگذار و آب طلب

مباش ہم چو گہر مردہ ریگ این دریا
نظر بلند کن و ہمتِ حباب طلب

اگر حقیقت انجام در نظر داری
بہر کجا ثمرت می رسد حباب طلب

ز عافیت نتوان مژدۂ کشایش یافت
بدل شکستی اگر ہست فتح باب طلب

مترس از خم ناسور ای جراحتِ دل
بزلف یار بزن دست و مشک ناب طلب

بہار می شنوی سیر رنگ کن بیدل
ز جلوہ آنچہ طمع داری از نقاب طلب

○

بوصول مقصد عافیت نہ دلیل جو نہ عصا طلب
تو ز لنگ آں ہمہ کم نہ ای قدمی ز آبلہ پا طلب

ز مراد عالمِ آب و گِل بدرِ جنوں زن و واگسل
اثر اجابتِ منفعل ز شکستِ دست دعا طلب

طلب تو بس بود این قدر کہ ز معنی تو بری اثر
بجز دست اگر رسد نظر بخیال ہیچ و خدا طلب

چہ خوش آنکہ ترک سبب کنی بیقین رسی و طرب کنی
ز حقیقت آنچہ طلب کنی بطریق بیدلِ ما طلب

○

حذر ز راہ محبت کہ پر خطرناک است
تو مشتِ خار ضعیفی و شعلہ بیباک است

چہ وانمایدت از چشم بند عالم وہم
کہ خود نمائی آئینہ از دلِ پاک است

نیامدست شرابی بعرضِ شوخیٔ رنگ
جہاں ہنوز سیہ مست از رگِ تاک است

طپیدہ [illegible] آئینہ باصفت ورنہ این دریا
حباب موج [illegible] پاک است

بغیر وہم دگر چیست مانعت [illegible]
تو پرفشانی و از شش جہت نفس [illegible] است

○

بی چمن سازِ حسنِ فطرت تبسمِ لعلِ مهرجویت
بوی گل تا نوای بلبل فدای تمهیدِ گفتگویت

سحر نسیمی درآمد از در پیامِ گلزارِ وصل در بر
چو رنگ رفتم ز خویش دیگر چه رنگ باشد نثارِ کویت

بجستجو هر طرف شتابم همان جنون دارد اضطرابم
زیرپایت مگر بیابم دلی که گم کرده ام بکویت

به عشق نازد دلِ هوس هم به بال انداز شعله خار و خس هم
رسا است سررشتهٔ نفس هم بقدر افسونِ جستجویت

ی ضعیفی که بارِ دردم شکسته در طبع رنگ زردم
ز نقاشِ شوق گردم که می کشد حیرتم بسویت

اگر بهارم تو آبیاری و گر چراغم تو شعله کاری
ز حیرتِ من خبر نداری بیارم آئینه روبرویت

است مضمونِ اعتباری که بیدل انشا کند نثاری
بضاعتم پیکرِ نزاری که انگنم پیش تارِ مویت

○

به محفلی که دل آئینهٔ رضا طلبی است
نفس درازیِ فریاد پائی بی ادبی است
خمارِ جامِ تسلی شکستن آسان نیست
ز ناله تا به خموشی هزار تشنه لبی است

○

باز سرگرمیِ نظاره بسامان شده است
شعلهٔ آتشِ دیدار گل افشان شده است
صلح کل نذرِ حریفان که درین عشرت گاه
آتش و آب بهم دست و گریبان شده است

بیدل آن شعله کز و بزم چراغان گرم است
یک حقیقت به هزار آئینه تابان شده است

○

هوشش اگر باشد کتاب و نسخه‌ای درکار نیست
چشم واکردن زمین و آسمان فهمیدن است

دورگردیهای وهم آنسوی خویشت می برد
ورنه هر چیزی که می بینی همان فهمیدن است

○

ز دست ساقی اگر جرعه‌ای چکید بخاک
در ابروی تو چرا موج ناز چین انداخت

نه رعشه در کف ساقی نه لغزشی در جام
که گویم از کفش انداخت آن و این انداخت

دمی که چشم تو سوی پیاله کرد نگاه
قدح ز دست شد و باده بر زمین انداخت

بحسن شوخ زمانی عتاب کن که چرا
بجام آتش ازین لعل آتشین انداخت

پیاله چیست که در بزم شوخی نازت
هزار آئینه آب رخ این چنین انداخت

○

ای پرفشان چون بوی گل نیرنگی از پیراهنت
عنقا شوم تا گردمن پا بر سراغ دامنت

تجدید ناز آشفتهٔ رنگ لباس آرائیت
بی پردگی دیوانهٔ طرح نقاب افگندنت

هرجا برون جوشیدهٔ خود را بخود پوشیدهٔ
در نور شمعت مضمحل فانوسی پیراهنت

در وادی شوق یقین صد طور موسی آفرین
خاکستر پروانهٔ محو چراغ ایمنت

در نوبهار لم یزل جوشیده از باغ ازل
نه آسمان گل در بغل یک برگ سبز گلشنت

دل را بحیرت کرد خون بر عقل زد برق جنون
شور دو عالم کاف و نون یک لب بحرف آوردنت

جوشش محیط کبریا بر قطره بست آئینه‌ها
ما را بما کرد آشنا هنگامهٔ من با منت

نه عشق دانم نی هوس شوق تو ام سرمایه بس
ای صبح یک عالم نفس اندیشهٔ دل مسکنت

حسن حقیقت روبرو شمعی فضول آئینه جو
بیدل چه پردازد بگو ای یافتن نا جستنت

تو مستِ وهم و درین بزم بوی صهبا نیست
هنوز جز بدل سنگ جای مینا نیست

بیا که هیچ بهاری به حسرت ما نیست
شکسته رنگیِ امید بی تماشا نیست

تو ساز جلوه کن و مدعای دل دریاب
زبانِ حیرتِ آیینه بی تقاضا نیست

اگر ز وهم برآیی چه موج کو گرداب
جهان بخویشی ز ودرفته است دریا نیست

بهر چه می رسی از خود گذشتنی دارد
به هوش باش که امروز رفت و فردا نیست

حباب بیکسیِ ما کجا توان دادن
بقا کدام؟ چه هستی؟ فنا هم ازما نیست

دلت به عشوهٔ عقبی خوش است ازین غافل
که هر کجا که تو آن جا بغیر دنیا نیست

غریق بحر ز فکر حباب مستغنی ست
رسیده ایم بجایی که بیدل آنجا نیست

○

شب که سوای خیال یار در دل جوش داشت
چشم وا کردن زمین تا آسمان آغوش داشت

شش جهت کیفیتِ رنگِ تحیر بود و بس
هر طرف می رفتم از خود جلوه ای بر دوش داشت

او خرامان بود اگر اشک از نظر می شد روان
او سخن می گفت اگر دل بر طپیدن گوش داشت

○

تنم ز بندِ لباس تعلق آزاد است
برهنگی به برم خلعت خدادا داست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم
که دل بهر چه کند التفات صیاد است

جنونِ بی ثمری چاک سینه می خواهد
شرار تیشه چراغ امید فرهاد است

جهان قلمروِ طوفانِ اعتبارِ تو نیست
ز هر چه رنگ توان باختن غبار تو نیست

سحر چه کرد درین باغ تا تو خواهی کرد
بهوش باش که فرصت نفس شمار تو نیست

کدام رمز و چه اسرار خویش را دریاب
که هر چه هست نهان غیر آشکار تو نیست

مثال شخص در آیینه گردِ حیرت اوست
تو گر ز خود بروی هیچ کس دوچار تو نیست

دلیل خویش پس از مرگ هم توی بیدل
چو شمعِ کشته کسی جز تو بر مزار تو نیست

○

مستِ عرفاں را شرابِ دیگرے درکار نیست
جز طوافِ خویش دورِ ساغرے درکار نیست

عالمِ عجز است ایں جا جاہ کو شوکت کدام
تا توانی ناکسی کن گردن فرے درکار نیست

خشتِ بنیادِ تو برہم چیدنِ مژگاں بس است
در تغافل خانہ بام و منظرے درکار نیست

شعلہ ہا در پردۂ سعی جہاں خوابیدہ است
گر نفس سوزد کسی آتش گرے درکار نیست

مشتِ خاکِ ما سراپا فرشِ تسلیم است و بس
سجدۂ ما را جبینی و سرے درکار نیست

زہد و تقویٰ ہم خوش است اما تکلف برطرف
دردِ دل را بندہ ام دردسرے درکار نیست

حرص قانع نیست بیدل ورنہ از سازِ معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

وحشتِ مدعا جنوں ثمر است — نالہ بال فشاندۂ اثر است
وضعِ ایں بحر سخت بے پرواست — ورنہ ہر قطرہ قابلِ گہر است
فالِ راحت مزن کزیں کفِ خاک — ہر چہ آسودہ تر فسردہ تر است
سنگ در دامنِ امید چند — فرصتِ آئینہ داری شرر است

بیدل از کلفتِ شکست منال
بزمِ ہستی دکانِ شیشہ گر است

○

عدم زیں بیش برہانی ندارد — وجوب است آنکہ امکانی ندارد
کشاد و بستِ چشمت عالم آراست — جہاں پیدا و پنہانی ندارد
کسی جز شبنم از ہستی نخواہد — سرِ ایں نامہ عنوانی ندارد
محبت دستگاہِ عافیت نیست — تحیر ربطِ مژگانی ندارد
نخندای صبح بر عریانیِ خویش — گریبانِ تو دامانی ندارد
تظلم دوری از اصل است ورنہ — نفس در سینہ افغانی ندارد
چہ دانشہا کہ بر بادِ دستش ندادیم — جنوں ہم کارِ آسانی ندارد
مروت از دلِ خوباں مجوئید — فرنگستاں مسلمانی ندارد

خیالِ زندگی دور است بیدل
کہ تیر از [illegible] رانی ندارد

○

چشم تو به حال من گر نیم نظر خندد
خارم به چمن نازد عیبم به هنر خندد

تا چند بر آن عارض بر هم نگه من
از حلقهٔ گیسویت گلهای نظر خندد

در کشور مشتاقان بی پرتو دیدارت
خورشید چرا تابد هر چه سحر خندد

دل می چکد از چشمم چون ابر اگر گریم
جان می دمد از لعلت چون برق اگر خندد

با اهل فنا هر کس دارد سر یک رنگی
باید که به رنگ شمع از رفتن سر خندد

در کارگه خوبی یارب چه نزاکتهاست
صد کوه به خود بالد تا موی کمر خندد

در جوی دم تیغت شیرینی آبی هست
کز جوش حلاوتها زخمش به شکر خندد

سامان طرب سهل است زین نقد که ما داریم
صبح از دو نفس فرصت بر خود چه قدر خندد

هر شبنم ازین گلشن تمهید تجلی دارد
با گریه هزار آغوش چیند آنکه اثر خندد

از سعی هوس بلند رتبه دلی کو درین گلشن
گل نیز از خنده دانه چیلوی زر خندد

○

تمام شوقیم لیک غافل که دل به راه که می خرامد
جگر به داغ که می نشیند نفس به یاد که می خرامد

غبار هر ذره می نوشد بحیرت آیینه طپیدن
رم غزالان این بیابان پی نگاه که می خرامد

اگر نه رنگ از گل تو دارد بهار موهوم هستی ما
ز پرده چاک این گلستان فروغ ماه که می خرامد

ز رنگ گل تا بهار سنبل شکست دارد دماغ نازی
درین گلستان ندانم امروز کج کلاه که می خرامد

نگه به هر جا رسد چو شبنم ز شرم می باید آب گردد
اگر بداند که بی محابا به جلوه گاه که می خرامد

مگر ز جنبش غلط نگاهی رسد به فریاد حال بیدل
وگرنه آن برق بی نیازی پی گیاه که می خرامد

ذره تا مهر هزار آئینه عریان کردند
ما نگشتیم عیان هر چه نمایان کردند

دام من در گرهِ حلقهٔ افلاک نبود
چون نگاهم قفس از دیدهٔ حیران کردند

بیدل از کلفتِ افسرده دلیها چه رسید
مشکلی داشتم از سوختن آسان کردند

○

کو رنگ و چه بو جلوهٔ یار است ببینید
گل نیست همان لاله عذار است ببینید

زان پیش که بر خرمنِ ما برق فرو شد
آن شعله که امروز شرار است ببینید

در بحر چو گوهر نتوان چشم گشودن
امروز که گوهر بکنار است ببینید

از جلوه چه لازم بخیال آئینه چیدن
ای محو پرستان همه یار است ببینید

بر صفحهٔ آتش زدهٔ عمر منازید
فرصت چه قدر سبحه شمار است ببینید

هر گه مژه بر هم رسد این باغ خزان است
با فرصت نظاره بهار است ببینید

هر جا نمِ اشکی که طپید در کف خاکی
ای خوش نگهان بیدل زار است ببینید

○

دلدار گذشت و نگه باز پسین ماند
از رفتنِ او هر چه بما ماند همین ماند

دیگر چه نثار تو کند مشت غبارم
یک سجده جبین داشتم آن هم به زمین ماند

هر چند غبارم همه بر باد فنا رفت
امید بکوی تو همان خاک نشین ماند

دلدار رفت و بیکسیم در کنار ماند
تمثال جست و آئینه حیرت شکار ماند

مژگان نبرد صرفهٔ آغوشی از وصال
آخر نصیب دیده همان انتظار ماند

ذره تا مهر هزار آئینه عریان کردند
بانگشتیم عیان هر چه نمایان کردند
دام من در گره حلقهٔ افلاک نبود
چون نگاهم قفس از دیدهٔ حیران کردند
بیدل از کلفت افسرده دلیها چه بنید
مشکلی داشتم از سوختن آسان کردند

○

کو رنگ و چه بو جلوهٔ یار است ببینید
گل نیست همان لا رعذار است ببینید
زان پیش که بر خرمن ما برق فروشد
آن شعله که امروز شرار است ببینید
در بحر چو گوهر نتوان چشم کشودن
امروز که گوهر بکنار است ببینید
از جلوه چه لازم بخیال آئینه چیدن
ای حیرت پرستان همه یار است ببینید

بر صفحهٔ آتش زدهٔ عمر منازید
فرصت چه قدر سجه شمار است ببینید
هر گه مژه بر هم رسد این باغ خزان است
با فرصت نظاره بهار است ببینید
هر جا نم اشکی که تپد در کف خاکی
ای خوش نگهان بیدل زار است ببینید

○

دلدار گذشت و نگه باز پسین ماند
از رفتن او هر چه بجا ماند همین ماند
دیگر چه نثار تو کند مشت غبارم
یک سجده جبین داشتم آن هم به زمین ماند
هر چند غبارم همه برباد فنا رفت
امید بکوی تو همان خاک نشین ماند

دلدار رفت و بیکسیم در کنار ماند
تمثال جست و آئینه حیرت شکار ماند
مژگان نبرد صرفهٔ آغوشی از وصال
آخر نصیب دیده همان انتظار ماند

○

من آن غبارم که حکم نقشم به هیچ عنوان در نگیرد
اگر سراپا سحر برآیم شکست رنگم اثر نگیرد

بآن گرانی که دارد امروز رفت چندین خیال دوشم
چو گشتیم پای رفتن کو اگر محیطم لب نگیرد

براه یاس است سعی گامم که گر به لغزش رسد خرامم
کسی جز آغوش بی نشانم چو اشکم از خاک بر نگیرد

چو موج عمریست بی سر و پا تلاش شوقم ادب تقاضا
چه ممکن است این که رشته تا چو عقده گیرد گهر نگیرد

خوشا غنا مشربی که طبعش بحکم اقبال بی نیازی
ز هر چه گیرد جز انخواهد ز هر چه گردد خبر نگیرد

○

فسردگیهای ساز امکان ترانه ام را عنان نگیرد
حدیث خونان نوای عشقم خموشی از من زبان نگیرد

ز خود برآ تا رسد بگردی بکنگر قصر بی نیازی
به نردبانهای چین دامن کسی ره آسمان نگیرد

اگر به عزم کشادکاری ز گوشه گیران مباش غافل
که تیر پرواز رانه شاید دمیکه بال از کمان نگیرد

فتاده ای راز خاک بردار یا مبر نام استطاعت
کسی چه گیرد ز ساز قدرت که دست واماندگان نگیرد

○

همه راست زانجمن آرزو که به کام دل اثرے رسد
من و پرفشانی حسرتی که زنامه گل خبرے رسد

چه قدر زمنت قاصدان بگدازدم دل ناتوان
به بر تو نامه بر خودم اگرم چو رنگ پرے رسد

به هزار کوچه دویده ام به تسلی نه رسیده ام
ز قد خمیده شنیده ام که چو حلقه شد بدرے رسد

بکدام آینه جوهری کشم التفات از آن پری
مگر انفعال گداز من به قبول شیشه گرے رسد

همه جاست شوق طرب کمین ز وداع غنچه گل آفرین
تو اگر ز خود روی این چنین بتو از تو خوب ترے رسد

نکشی نه کرده ز خود سفر ز کمال خود چه بری اثر
نه دمیده در پی آن قدر که بهار تا ثمرے رسد

ز کمالِ نظم فسوں اثر نگداخت بیدلِ بی‌خبر
چہ قیامت است براں ہنر کہ ہم چو بے ہنر رسد

○

چمن را چارہ است چوں بوی گل بیتاب می سازد
خرامِ شاخِ گل را موجۂ سیماب می سازد

غبارِ دشت پیمایاں اگر شد از لبِ مجنوں
بہ تارِ جادہ ہر نقشِ قدم مضراب می سازد

○

تو کارِ خویش کن ایں جا دوی در من نمی گنجد
گریباں خالی دارد کہ در دامن نمی گنجد

بہ یکتائی مست ربطِ تار و پودِ بی‌نیازاں را
نہ زرہ تو شعور جوش ایں جا سرِ سوزن نمی گنجد

بساطِ ماجرائی سایہ و خورشید نمی کردم
در آں خلوت کہ او باشد خیالِ من نمی گنجد

ز پروازِ غبارِ رنگ بوی آواز می آید
کہ بانگ افشانی عنقا دریں گلشن نمی گنجد

بہ بند از خویش چشمی جلوۂ مطلق تماشا کن
کہ چشمی داری و در پردۂ دیدن نمی گنجد

دلِ آگاہ از ہستی نہ بیند جز عدم بیدل
بغیر از عکس در آئینۂ روشن نمی گنجد

○

ہر دل از نالہ بسیار اثرے می خواہد
رشتۂ پیرایۂ ہر تخم برے می خواہد

ہر کجا نکہتِ گل پیرہن رنگ درید
نیست پوشیدہ کہ از خود سفرے می خواہد

قطرہ ہرگاہ کشد سر بہ ہوائے نیساں
شوقِ جمعیتِ وضعِ گہرے می خواہد

ہر کجا چشم پُر از مژدۂ دیدارے ہست
ہر کجا دل تپشِ آمد خبرے می خواہد

برقِ ہر جلوہ تقاضائی نازِ دگر است
عرضِ خورشید غبارِ سحرے می خواہد

○

نیست در گلشنِ اسبابِ جہاں رنگِ ثبات
ہمہ از دیدۂ ما ہم چو نظر می گذرد

چوں نفس خانہ بدوشیم نداریم آرام
عمرِ آسودگیِ ما بہ سفر می گذرد

...عبتِ جلوه چه و نفرت اسباب کدام
...یں ہوسہا بگذر یا مگذر می گذرد
عشق شد منفعل از طینتِ بی حاصلِ ما
برق ازیں مزرعۂ سوختہ بر می گذرد

○

...زعبرتِ سرِ مژگاں بچمیدن نرسد — آنچہ زیرِ قدمِ تست بدیدن نرسد
...شرحِ حالِ دلم از عالمِ تجرید جداست — آہ اگر نامۂ عاشق بدریدن نرسد
...کجا پای نہی خاک نبرِ قدمہاست — باز رفتیم بجائی کہ رسیدن نرسد
...چہ کنم باد دہان یار نہ است بیدل — قوتِ من کہ بیک نالہ کشیدن نرسد

○

زلعبد مانہ غزل فی قصیده می ماند — زخامہا دو بہ اشک چکیده می ماند
ز بلبل و گلِ ایں باغ تا دہند سراغ — بہ شکستہ و رنگِ پریده می ماند
ہر چہ وا نگری سر بدامنِ خاک است — جہاں بہ اشکِ ز مژگاں چکیده می ماند
مرا بہ بزمِ ادب کلفتی کہ ہست ایں است
ز شوقِ بسملِ دل نا طپیده می ماند

بختِ من زلفِ یار را ماند — وضعِ من روزگار را ماند
تا نظر باز کرده ای ہیچ است — عمر برقِ شمار را ماند
مژه وا کردنی نمی آرد — ہمہ عالم غبار را ماند
محو یاریم و جستجو باقی است — وصلِ ما انتظار را ماند

○

بہ طرازِ دامنِ نازِ او چہ زخاکساری ما رسد
چہ رد آں مژه بہ بلندی کہ ز گردِ سرمہ دعا رسد
زخمارِ فرصتِ پرفشاں نہ بہار دیدم و نی خزاں
ہمہ جاست نشۂ بیخبر طرآں کہ دماغِ ما بہ ہوا رسد
دلِ بے نوا بکجا برد غمِ تنگدستی و مفلسی
مژه برہم آوردم از حیا کہ برہنہ ای بہ قبا رسد
بدعای از لبِ عاجزاں نگشوده ای درِ اثر ان
کہ ز آبیاری یک نفس اثری بہ کشودِ دعا رسد
سر رشتۂ طربِ آنچناں بہار می رسد از خزاں
تو خیالِ بیدل اگر کنی ز تو بگذرد بہ خدا رسد

…ی خاطرم غم آفریدند — طفیلِ چشم من نم آفریدند

…ان تا بم سر از فرمان تسلیم — کرچون ابرویم از خم آفریدند

…عالم برای خویش پیداست — برای من مرا هم آفریدند

…ن جوشش بهار بی دماغی ست — بیک صورت دو گل کم آفریدند

…چه نیست داغ بندگی را — اگر بیشم وگر کم آفریدند

نه مخموری نه مستی چیست بیدل
دماغت از چه عالم آفریدند

○

…شم واکن رنگِ اسرار دگر دارد بهار
…نچه در دهمت نگنجد جلوه گر دارد بهار

ساعتی چون بوی گل از قیدِ پیراهن بر آ
از تو چشم آشنائی آن قدر دارد بهار

…صلائے رنگ عیشِ این چمن غافل مباش
…ده های چند از خونِ جگر دارد بهار

چشم تا واکرده ای رنگ از نظرها رفته است
از نسیم صبح دامن برکمر دارد بهار

…ف ناتوانگی از هستی موهوم چید
…نا لرزنی آتش شرر دارد بهار

از گل و سنبل به نظم و نثر سعدی قانعم
این معانی در گلستان بیشتر دارد بهار

ابر می نالد کز اسبابِ نشاطِ این چمن
هرچه دارد از فشارِ چشم تر دارد بهار

زندگی می باید اسبابِ طرب معدوم نیست
رنگ هرجا رفته باشد در نظر دارد بهار

چند باید بود مغرورِ طراوتهای وهم
شبنم اسباب است بیدل چشم تر دارد بهار

○

بی پرده است و نیست عیان رازِ من هنوز
از خاک می دمد چو گلم پیرهن هنوز

یک جلوه انتظارِ تو در خاطرم گذشت
آئینه می دمد ز سراپای من هنوز

مرگم نه کرد ایمن از آشوبِ زندگی
جمع است رشته های امل در کفن هنوز

از بی نصیبیِ منِ غفلت هوا مپرس
در خون طپید شوقِ و نگشتم چمن هنوز

بیدل غبارِ قافلهٔ هرزه تازیم
مقصد گم است و میرویم از خویشتن هنوز

○

تو گر خود را نه بینی نیست عالم غیر دیدارش
خودی آیینه ای دارد که محرومی ست اظهارش

چه لازم مائلِ پست و بلندِ دهر گردیدن
تو خود این جاده ای تا بایدت فهمید مقدارش

شرارت فرصتی و آنگاه ذوقِ هرزه پردازی
باین هستی حیا کن از خیالِ چرخِ دوّارش

بحق تسلیم شو تا وارهی ازاین و آن بیدل
بدریا قطره چون گم گشت دریا داند و کارش

○

دارد از ضبطِ نفس طبعِ هوس پرور چه حظ
جز گرفتاری زنارِ رشته با گوهر چه حظ

ای که می خواهی چراغِ محفلِ امکان شوی
غیر ازین کو دیده ات آتش چکد دیگر چه حظ

جامِ قسمت بر تلاشِ جستجو موقوف نیست
از نصیبِ خضر جز حسرت به اسکندر چه حظ

هر چه در دل گذرد وقفِ زبان دارد شمع
سوختن نیست خیالی که نهان دارد شمع

خامشی حرفِ جمعیتِ آسوده دلی ست
ناله در لتِ منقار نهان دارد شمع

یک قدم رهِ هر شب تا به سحر پیمودن
بی تکلف چه قدر ضبطِ عنان دارد شمع

بیدل از سوختنم رنگِ سراغش دریاب
کیست پروانه که گوید چه نشان دارد شمع

○

هر کجا کردم بیادِ سجده ات سازِ رکوع
چون مهِ نو بر فلک رفتم به پروازِ رکوع

پیچ و تابِ موجها یکسر گهر گردیدن است
سجده انجام است هر جا دیده ام آغازِ رکوع

راست می تازم چو اشکی کز دیده تا دامانِ خاک
بر نمی دارد دماغِ سجده ام نازِ رکوع

پیکرت خم کرد پیری از فنا غافل مباش
سخت نزدیک است بیدل سجده تا سازِ رکوع

○

یا رب از سرِ منزلِ مقصد چه سان یابیم سراغ
دیده حیران است و دل بی دست و پا من بی دماغ

سوختن آماده باش آگاهیت غفلت دمید
صبحِ خود را شام کردی شام می خواهد چراغ

از تو سر مژگان زدن کم می شود همچون توئی
گر نه داری باور از آئینه روشن کن سراغ
عمرها شد شسته ام چون ابر دست از خرمی
بیدل از من گریه می خواهد چه صحرا و چه باغ

○

گرفته است مرا دیده تا بداماں رقص
چنین که داد ندانم بیاد مستاں رقص
زخود تهی شو و شور جنوں تماشا کن
بکام خویش کند شعلهٔ نیستاں رقص
باعتماد نفس این قدر چه می نازی
که اشک صرفه ندارد بدوش مژگاں رقص
طپش ز موج گهر گل نمی کند بیدل
ز گرد اشک من آخر بچشم حیراں رقص

○

مباد دامن کس گیرم از فسون غرض
کف امید حنابسته ام بخون غرض
نداشت ضبط نفس نیز عافیت منظور
شنیده ام از لب خاموش هم فسون غرض
سراغ انجمن کبریائی دل جستم
طپید و گفت همین یک قدم برون غرض
بروی کس مژه از شرم بر نداشته ایم
مباش بیدل ما این قدر زبون غرض

○

دلکهای غنچه مسوز نفس در هوای فیض
بی چاک سینه نیست چو صبح آشنای فیض
همت چه ممکن است کند ننگ انتظار
مردن ازین به است که باشی گدای فیض
چشمت ز خواب باز نگر دیر صبح رفت
ترسم ز گریه داده کنی خون بهای فیض
آغوش صبح میکند این جادهٔ شب
بیدل بقدر نفی تو خالیست جای فیض

○

شده فهم عالی عالمی ز تلاش هرزه قدم غلط
تهٔ پاست کعبه و دیر اگر نکنیم راه عدم غلط
نرسید محضر زندگی به ثبوت محکمهٔ یقین
که گواه دعوی باطل تو دروغ بود و قسم غلط
خط سرنوشت من آب شد ز تراوش عرق جبین
چو نقوش معنی روشنی که شود بکاغذ نم غلط
من بیدل این قدر از جنون بخیال هرزه تنیده ام
رقم جریدهٔ ما غلط است اگر نکند غلط

چه نقش‌ها که نشد جلوه‌گر ز پردهٔ شوق — چه رنگ‌ها که ندارد طلسم غنچهٔ ذوق
همین نفس که غبار تعلق دهی‌ست — هزار پیچ و خم آورده بند بر گردن طوق
سواد چشم تماشا چه آسمان چه زمین — توانی زیر و بم آرزو چه تحت و چه فوق

○

گهر محیط تقدسی مکن آبروی حیا سبک
چو حباب حیف اگر شدی ز غرور به هوا سبک
کند احتیاجت اگر هدف مگشای لب مگر از کف
که وقار گوهر این صدف نکنی به دست دعا سبک
مخروش خواجه به کرّ و فر که ندارد این همه آن قدر
دو سه گام آخر ازین گذر تو گران قدم زن و پا سبک
نه سزد به مسند سیم و زر بوقار غره نشستنت
که زمانه می‌کشد آخرش چو گلیم از تهِ پا سبک
اگرت به منظر بی‌نشان دم همتی بکشد عنان
چو سحر به جنبش یک نفس ز هزار زینه بر آ سبک
ز گرانی سر آرزو شده خلق غرقهٔ هاے و هو
تو اگر تهی کنی این کدو شود اتفاق ثنا سبک

○

دل آرمیده به خون مکش ز فسون رنگ هوای گل
ستم است غنچهٔ این چمن گره وا کند به هوای گل
ز بلند و پست لباس رنگ اثری نه زد در آی
گرچه یافت شهرهٔ دامن سرو دو چه در حت خنده قبای گل
به خیال غنچه نشسته‌ام به خیال غنچه دل بسته‌ام
ز دل شکسته که دارد تو هزار آبله پای گل
تو به دستگاه چه آبرو ز طرب و فنا کشی آرزو
که نه ساخت کاسه ... به مزاج خنده گدای گل
به حدیقه‌ای که تبسمت فکند بساط شگفتگی
مگر از حیا عرقی کند نه رسد به غنچه صدای گل
نه دوی چو بیدل بی‌خبر دم پیری از پی کرّ و فر
که تهی است قافلهٔ سحر ز متاع رنگ و درای گل

○

امروز سواد خط آن لعل که دارد — عینک ز حباب است به چشم قدح مل
کیفیت لعل تو ز لب تشنه گداز است — در چشم حباب آینه دارد قدح مل

عمریست چون گل می روم زین باغ حیران در بغل
از رنگ دامن برکمر وز بو گریبان در بغل

نی غنچه دیدم نی چمن نی شمع خواندم نی لگن
گل کرده ام زین انجمن دل نام حرمان در بغل

مجنون و سازِ بلبلان لیلی و نازِ گلستان
من با دلِ داغ آشیان طاؤس نالان در بغل

کو خلوت و کو انجمن در فکرِ خود دارم وطن
چون شمع سرتا پای من دارد گریبان در بغل

می آمد آن لیلی نسب سرشار یک عالم طرب
می در قدح تا کنج لب گل تا گریبان در بغل

زمن عمریست میگردد جدا دل | ندانم با که گردد آشنا دل
زخاکِ ما قدم فهمیده بردار | مبادا بشکند در زیر پا دل
سراپا ناله می جوشیم چون موج | طپش خون کرد در هر عضو ما دل
ز اشک و آهِ مشتاقان مپرسید | هجومِ بسمل است از دیده تا دل

درین محفل کسی محتاج کس نیست | همیشه کار دل افتاده با دل
گرفتارم گرفتارم گرفتار | نمی دانم نفس دام است یا دل

نفس دزدن بیدل از پیدائیم نیست
چو موج گوهرم در زیر پا دل

تو کریم مطلق و من گدا چه کنی جز این که نخوانیم
در دیگری بنما که من به کجا روم چو برانیم

به کجاست این قدرم بقا که تاملی کندم وفا
عرقِ خجالتِ فرصتم نمِ انفعالِ زمانیم

نه به نقشِ بسته مشوشم نه به حرف ساخته سرخوشم
نفسی به یاد تو می کشم چه عبارت و چه معانیم

همه عمر هرزه دویده ام خجلم کنون که خمیده ام
من اگر به حلقه تنیده ام تو برونِ در به نشانیم

زبری گمانِ فسردگی به غبارِ بی سر و پائیم | که به چرخ می فگند نفس چو سحر زمینِ هوائیم
بجهان جلوه رسیده ام ز هزار پرده دمیده ام | ثمرِ نهال حقیقتم چمنِ بهار خدائیم

○

در رهت تا رفته از خود هر طرف سر می زنم
همچو مژگان بی‌خبر در آشیان پر می زنم

چون سحر خمیازه آغوشِ فنا دامی کند
ما ز فرصت غافلان سر خوش کر ساغر می زنم

چون شرر روشن سواد فطرتم اما چه سود
نقطه ای تا گل کند آتش به دفتر می زنم

○

تحیر مژدهٔ حسن بهاری داد کز شوقش
چو اشک از دیده تا دامانِ دل آئینه ها چیدیم

ز درسِ دیدهٔ دل از منِ بیدل چه می پرسی
سراپا حیرتم حیرت نمی دانم چه فهمیدم

○

تا نظر بر چمنِ صبحِ جهان وا کردیم
ستمی بود که بر دیدهٔ بینا کردیم

نه سمن بوی بقا داشت نه گل رنگ فنا
غیرت آلوده به هر رنگ نظر وا کردیم

آنچه بیداری ما دام نظر می فهمید
حیرتی بود که در خواب تماشا کردیم

○

نور جان در ظلمت آبادِ بدن گم کرده ام
آه ازین یوسف که من در پیرهن گم کرده ام

موجِ دریا در کنارم از تگ و پویم مپرس
آنچه من گم کرده ام تا یافتن گم کرده ام

○

حیرت آهنگم که می فهمد زبانِ رازِ من
گوش بر آئینه نِه تا بشنوی آوازِ من

چشم تا برهم زنم زین دامگاه آزاده ام
در خمِ مژگان وطن دارد پرِ پروازِ من

حسنِ اظهارِ حقیقت پر نزاکت جلوه بود
تا به بزم آیم ز خلوت سوخت رنگِ نازِ من

داغ شو ای پرسش از کیفیتِ حالِ سپند
نغمهٔ دارم که آتش می زند بر سازِ من

گوش گو محرم نوای پردهٔ عجزم مباش
این قدر ها بس که تا دل می رسد آوازِ من

شمع را در بزمِ بی‌سوختن آورده‌اند
فکرِ انجامم کمن گردیده ای آفت زمن

آن قدر بیدل نه دارم حیرت دل می‌طپد
ره زدن بیرون ندارد فکرِ گردون‌سازِ من

○

گشادِ چشمی نه بست نقشم به سیرِ نیرنگِ این دلستان
نگه به حیرت گداخت تا نه گرد روشن سوادِ مژگان

خرد کمندِ هوس شکار است ورنه در چشمِ شوقِ مجنون
به جز غبارِ خیالِ لیلی کجاست آهو درین بیابان

خیالِ آشفتگی تحمل اگر شود حرفِ یک تامل
دلِ غباری و صد چمن گل، نگاهِ موری و صد چراغان

هوای نعلش کراست بیدل که با چنین ترب بیکناری
به بوسه نگاهِ بیاضِ گردن ز دور لب می‌گزد گریبان

○

از تحمل سفله را سازِ بزرگی مشکل است | خاک از سامانِ بالیدن نگردد آسمان
شورشِ گردون علاجِ بی‌بریهایم نکرد | مشکل است از سرو گل چیدن به سعیِ باغبان

○

نه‌بی به شوخیِ بهارِ رنگت شکسته رنگِ غرورِ امکان
دو نرگست قبله‌گاهِ مستی دو ابرویت سجده‌گاهِ مستان

سخن ز لعلِ تو گوهر آرا نگه ز چشمِ تو باده پیما
صبا ز زلفِ تو رشته برپا چمن ز روی تو گل به‌دامان

به غمزه سحری، به ناز جادو، به طره افسون، به قد قیامت
به خط بنفشه، به زلف سنبل، به چشم نرگس، به رخ گلستان

چمن ز عرضِ بهارِ نازت در آتشِ رنگِ گل‌فروشی
سحر ز گل کردنِ عرقها به عالمِ آب شبنمستان

○

بسته‌ام چشمِ امید از الفتِ اهلِ جهان
کرده‌ام پیدا چو گوهر در دلِ دریا کران

ای تمنایت خیالی اندیشیِ تصویرِ محال
سیرِ خود کن دیگر از عنقا چه می‌جویی نشان

جز تحیر از جنونِ ما سیه‌بختان مپرس
حلقهٔ زنجیرِ گیسو بر زمی دارد فغان

کوششِ گردون علاجِ بی پر بیمائی نکرد
مشکل است از سرِ دگل چیدن به سعیِ باغبان

عاشق از اهلِ هوس در صبر دارد امتحان
کرده اند آئینه و شبنم ز حیرت امتحان

چشم اودا نیست بیدل سیری از خون ریختن
جام می از باده پیمائی نگردد سرگران

○

سرِ طرّه ای به هوا فشان ختنی ز مشکِ تر آفرین
مژه ای بر آئینه باز کن گلِ عالمی دگر آفرین

سرِ زلفِ عربده شانه کن نگهی به فتنه فسانه کن
بپرشِ جنون نه بهانه کن ز غبارِ من سحر آفرین

ز حضورِ عشرتِ بینش و کم نه بهشت خواهم و نی ارم
بخیالِ داغِ تو تا زنم تو برای من جگر آفرین

گذر از فضولیِ وهم و ظن توجه می کنی به جهانِ من
در اجولی به هوس مزن ز دو چشم یک نظر آفرین

بکلامِ بیدل اگر رسی مگذر ز جادهٔ منصفی
که کسی نمی طلبد ز تو صلهٔ دگر مگر آفرین

○

ز رهِ هوس بتو کی رسم نفسی ز خود نه رسیده من
همه حیرتم به کجا رسم بر هیت سری نه کشیده من

چو نگاهِ گرم به هر طرف که گذشته محملِ ناز تو
چه دلِ گداخته از پیت بر کابِ اشک دویده من

تو و صد چمن طرب نمو من و شبنمی نه که آبرو
به بهارِ عالمِ رنگ و بو همه جلوه تو همه دیده من

بچه برگ سازِ طرب کنم ز چه جام نشه طلب کنم
گلِ باغ شعله نچیده من می داغِ دل نکشیده من

من و بیدل و غمِ غفلتی که ز چشم بند فسونِ دل
همه جا ز جلوهٔ من پر است و به هیچ جا نه رسیده من

○

چه جنون کشتهٔ حسرت کیستم من
که چون آتش از سوختن زیستم من

نه شادم نه محزون نه خاکم نه گردون
نه لفظم نه مضمون چه معنیستم من

نوائی ندارم نفس می شمارم
اگر ساز عبرت نیم چیستم من

بخندید ای قدردانانِ فرصت
که یک خنده بر نالشش بگریستم من

در این غم کده کس مباد انجامم
بمرگی که بی دردِ دل زیستم من

نہ خاک آستانم نہ چرخ آشیانم — پرے می فشانم کجائیستم من
جہان گرچہ با ساز ہستی بنازد — کمالم ہمیں بس کہ من نیستم من
بنازاے تخیل بہ بال اسی توہم — کہ ہستی گماں دارم و نیستم من
بایں یک نفس عمر موہوم بیدل
بقا تہمت شخص فانیستم من

○

بی نشاں حسنی کہ درس جلوہ می خواند زمن
عالمی برہم زند تا رنگ گرداند زمن
تا بہ جوش سرمہ از خاکستر من چوں سپند
خامشی را ہم محبت نالہ می داند زمن
آبیار مزرعۂ خاموشیم اما چہ سود
شوق می کارد نفس تا نالہ رویاند زمن
بیدلم بیدل ز شرم سخت جانیہا مپرس
دور ازاں در خاک ہم آبست گریاند زمن

○

رہ نقش پا بہ بلندئی رسد از تگ و خرام او
کہ ہلال خط بزمیں کشد ز تبسم لب بام او

من سنگدل چہ اثر برم ز حضور ذکر دوام او
چو نگیں نشد کہ فرو برم بجود از خجالت نام او
بہ ہوا سرے نہ کشیدہ ام بہ نشیمنے نہ رسیدہ ام
ز پر شکستہ تنیدہ ام بہ خیال حلقۂ دام او
نہ دماغ دیدہ کشودنی نہ سر فسانہ شنیدنی
ہمہ را ربودہ غنودنی بکنار رحمت عام او
اگر از زمیں بہ ہوا رسم دگر از سمک بہ سما رسم
بدل رمیدہ کجا رسم کہ رسم بہ فہم مقام او
ز سراغ منزل بی نشاں چہ اثر برد تگ و تاز دل
کہ بہ پی قدم سپر افگند چو نفس در آئینہ گام او
بجز ایں کہ خاک عدم بہ سر فگند دگر چہ کند کسی
نرسیدہ دیدہ بجلوہ اش چو زباں بحرکت نام او
ہمہ اوست ساز فسوں مکن بخیال آئینہ خوں مکن
ز نیاز و ناز جنوں مکن چہ دعای ما چہ سلام او
بہ سواد انجمن ادب مژہ باز کردن بیدلم
کہ نزد نفس بہ چراغ کس سحر آفرینی شام او

…ئی ای جنون ویرانه ات کو؟ — خس و خاریم آتش خانه ات کو؟
…شمعِ بی نیازیها بر افروز — گو خاکستر پروانه ات کو؟
…ابِ آشنائی وہم خویش است — تو خود افسانه ای افسانه ات کو؟
…اطِ وہم وا چیدن ندارد — تو خود افسانه ای افسانه ات کو ؟
…رت این نفس سامانِ دیگر — گرفتم آب گشتی دانه ات کو ؟

سرت بیدل سوادِ سوده راهست
دماغِ کعبه و بت خانه ات کو ؟

…خفید دورم از چمنِ جلوه گاهِ او — میخانه الست فروق بیادِ نگاهِ او
…م بسینه خون شده آهی که چون سحر — درکوچهای زخم کشو دند راهِ او
…زار تا بدرد تماشش خون کنند — دل قابلِ وفاست مپرس از گناه او
…ما جزاب زکنجِ خموشی کجا ردیم — آسوده ایم ناله صفت در پناهِ او
…جاکه از اسیرِ تو جرأت طلب کنند — جز شرم هستی که شود عذر خواهِ او

چون صبح بیدلی که رهِ عشق می زند
باشد خطِ شکستهٔ رنگش گواهِ او

بیدلم بیدل مرا جز هیچ بودن ساز کو — از عدم می جوشم انجامم چه و آغاز کو
تو همی می خواهد اسبابِ غرور عاجزی — در خیال آباد موهومی نیاز و ناز کو
قطره گردانم طراوت از کجا سامان کنم — ور نگویم ذره ام، چون ذره ام پرواز کو
در غبار سرمهٔ افسانه ساز حیرتم — چون نگاهم غیر خاموشی دگر آواز کو

چو غرق عشق شدی رهنما چه میجوئی — به بحر غوطه زدی نا خدا چه میجوئی
به عجز کوشش ز نشو و نما چه میجوئی — بخاک ریشهٔ تست از هوا چه میجوئی
به سینه تا نفسی هست دل پریشان است — رفوی جیب سحر از هوا چه میجوئی
بهر چه صرفه کنندت رضا غنیمت دان — ز کارگاه فنا و بقا چه میجوئی
جز این که حرص کند خورد استخوانِ ترا — دگر ز سایهٔ بالِ هما چه میجوئی
محیط شرم بقدر گنه عرق دارد — هنوز آئینه ای از حیا چه میجوئی
صفای دل نه پسندد غبار آرائش — بدست آئینه رنگِ حنا چه میجوئی
سراغِ قافلهٔ عمر سخت ناپیداست — ز رهگذر نفسِ نقشِ پا چه میجوئی
هزار ساله ره اینجا شمار یکقدم است — ز خود برائی ز فکر رسا چه میجوئی
چو شمع خاک شدم در سراغِ خویش اما — کسی نگفت که در زیر پا چه میجوئی

برام گاه حمد پرفشانی انفاس — اشاره الیست کزین تنگنا چه میجوئی

متاع خانهٔ آئینه حیرت است اینجا — تو دیگر از دل بی مدعا چه میجوئی

بذوق دل نفسی طوف خویش کن بیدل

تو کعبه در بغل جابجا چه می جوئی

○

...بی خبر از خود مگذر جانب دل هم نظرے

...ای چمنستان جمال آئینه دار سحرے

نیست درین هفت چمن چون قدرت ای غنچه دهن

گلبن نیرنگ گلے سرو قیامت ثمرے

○

...رت تفهم کو اثر عجز رسائی

...مجبور ادب را چه وصال و چه جدائی

نتوان شدن از وهم وجود و عدم آزاد

با دام و قفس ساز که دور است رهائی

○

که کشید دامن فطرتت که به سیر یاد من آمدی

تو بهار عالم دیگری ز کجا باین چمن آمدی

سحر حدیقهٔ آگهی ستم است جیب جنون درد

چه هوا به پرده زد آتشت که برون پیرهن آمدی

ز عدم جدانه فتاده ای قدم دگر نه کشاده ای

مگر این که پیش خیال خود بخیال آمدن آمدی

چه شد اطلس فلکی قبا که درید آن ملکی ردا

که درین زیان کدهٔ فنا پی یک دو گز کفن آمدی

هوس تعلق صورتت ز چه رد فتاده ضرورتت

برمیدی آن همه از صمد که بملک برهمن آمدی

نه سفر بهانه طراز شد نه قدم جنون تگ و تاز شد

بخودت همین مژه باز شد که بغربت از وطن آمدی

دلیت ترمزه چنگ زد نه نفس در دل تنگ زد

عدم آبگینه بسنگ زد که تو قابل سخن آمدی

ز مزاج سایه و آفتاب اثر دوئی نشگافتم

من اگر بجائی تو داشتم تو چسان بجای من آمدی

به هوس چو بیدل بی خبر در اعتبار جهان مزن

چه بلاست ذوق گهر شدن که چو موج خود شکن آمدی

به گهرِ محیطِ تو هم نه سفر گزین نه اقامتی
قدم و حدوث تخیلی نه شکستگی نه سلامتی

چمنت حقیقت بی خزان وطنت طرب گه جاودان
الی بخود نپذیری گمان که تو عبرتی نه ندامتی

به فلک فروغ تو در نظر به زمین بهارِ تو جلوه گر
به چمن سحاب به گل سحر همه جا ظهور کرامتی

چو ز خود بخود نظری کنی روی از خود و دگری کنی
تو مگر چنین هنری کنی که بجز تهمت چه علامتی

به بیان کمال شریعتی به عمل شکوه طریقتی
به خیالِ حشر حقیقتی تو قیامتی تو قیامتی

نه با صحرا سری دارم نه با گلزار سودای
بهر جا می روم از خویش می بالد تماشایی

چراغ حیرتم چون لاله ای در دست محرومم
رهی گم کرده ام در ظلمت آبادِ سویدای

تعلق می فروشد عشوهٔ مستقبل و ماضی
تو گر امروز بیرون از خود آیی نیست فردایی

ندانم فرشِ تسلیم سر راهِ کیم بیدل
بدامن گردی از خود داشتم افتاده ام جایی

فردیات

احتیاج به خود شناسی تو هر آئینه نیست + من اگر خود را نمی دانم تو می دانی مرا
از ترنگ ساز قافلهٔ بی خودان مپرس + بی ناله ای بعد جرس کاروان ما
بر امید وصل مشکل نیست قطع زندگی + شوق منزل می کند نزدیک راه دور را
بیدل از بال و پر بسته نیاید پرواز + غنچه تا وا نشود جلوه نبخشد بو را
علاج زخم دل از گریه کی ممکن بود بیدل + به شبنم بخیه نتوان کرد چاک دامن گل را
موج دریا را به ساحل هم نشینی مشکل است + بیقراران ننگ منزل کرده اند آرام را
زندگی محمل کش وهم دو عالم آرزوست + شش جهت در یک نفس ره که روان ز یک درا
جرأت پرواز برق خرمن آسودگیست + یک جهان آشفتگی در بال و پر داریم ما
از ستم دیدگی طالع من هیچ مپرس + آنچه پیش تو نگاه است خدنگ است این جا
در های فرد دست وابود امروز + از بی دماغی گفتیم فردا
یار در آغوش و نام او نمی دانم که چیست + سادگی ختم است چون آئینه بر نسیان ما
باغی که بهارش همه سنگ است دل او + دشتی که غبارش همه آبست دل ما
آرزو خون گشته نیرنگ وضع نازکیست

غمزه دارد دور باش و جلوه می گوید بیا
عرض مطلب دیگر و اظهار صنعت دیگر است
بیدل از آئینه نتوان ساخت وضع جام را

نه وجود ما همین هستی عدم خواهد شدن + تا درین آئینه پیدائیم عالم عالم است

سعی عاشق را بجهد مردم دنیا مسنج + وجد طفلان دیگر است و رقص مجنون دیگر است

گفتگو بگیر دلیل هرزه گردیهای ماست + تا جرس فریاد دارد کاروان آسوده نیست

به غفلت آن چنان دوریم از دوست + که تا این جا رسد وصلش پیام است

صفات هر چه بود ذات مانند و نیست + بفکر لاله و گل خون مخور بهار یکیست

دیو سنگی بحق زد و عالم بر پریدن است + دید از دوست هستی خود ما ندیدن است

حق نقش چین نه حسن فرنگ آفریدن است + بیر ادنی تو دست ز دنیا کشیدن است

ما چو آبله پا چه شکل افتاده است + که تا قدم زده ام پای من بیرون افتاده است

منه بر نقش پایش سجده بیدل + برین آئینه عکس سجده تنگ است

محال دل پرسیده ای بی خاطری آماده باش

شوخی افسانه ما دستگاه خواب نیست

ز جیب هر مژه آغوشی می چکد این جا + بیا که جای تو در چشم دوستان خالیست

بچشم واکردن کفیل فرصت نظاره نیست + پرتو این شمع آتش و داغ قبول است

کو خلوت و چه انجمن آثار جاه اوست + هر جا مژه بلند کنی جلوه گاه اوست

صحبت خود با خودش صد انجمن آهنگ داشت + با وجود سادگی و دو عالم رنگ داشت

بهار استقبال نازش هر کجا می جوش رفت + تا ابد می باید آغوشی چون بوی گل از خویش رفت

بوحشی اگر باشد کتاب نغمه باور کار نیست + چشم واکردن زمین تا آسمان فهمیدن است

دیده اشک می کارد و دل فراغ گلچین است + در بهار نومیدی رنگ عاشقان این است

هر کف خاکی به جوش صد گداز آماده است + یک قلم اجزای این میخانه مهیا کردنی ست

تنم ز بند لباس تعلق آزاد است + برهنگی به برم خلعت خدا داده است

مرده هم فکر قیامت ـــــ دارد + آرمیدن چه قدر دشوار است

کار ما با غیرت عشق غیور افتاده است + شش جهت دیدار و ما را از گریبان چاره نیست

به هر طرف گذری سیر گلستان کن + به قدر نقش قدم چشم دوستان باز است

کس نرفتی به عدم هستی اگر جای داشت + خلق از تنگی این خانه به صحرا زده است

تمکین کجا به سعی خرامت رضا دهد + کم نیست این که نام توام بر زبان گذشت

کدام رمز و چه اسرار خویش را دریاب + که هر چه هست نهان غیر آشکار تو نیست

گر عروج آهنگی از زندان گه گردد بر آ + می سراپا نشئه شد تا دامن مینا گذاشت

بلبل به ناله حرف چمن را مفسر است + یارب زبان نکهت گل ترجمان کیست

در نیاد توام نیست خم کلفت امکان + گردی که بود در ره گلشن همه رنگ است

از بس قماش دامن دلدار نازک است + دستم اگر بکار رود کار نازک است

با که باید گفت بیدل ماجرای آرزو + آنچه دل خواه من است از عالم ادراک نیست

دل فرهاد آب تیغ کوه سنگ + سر مجنون گل دامان صحرا است

بیجا مکش چو سحر علم به هوس فضول ملازم + عدمی عدم عدمی عدم ز عدم چو صفر ز بری عبث

هیچ شکلی بی هیولی قابل صورت نشد + آدمی هم پیش از آن کادم بود بوزینه بود

یاد آن عیشی که از بیرنگی بیداد عشق + سیل دود پیراهنم چون باده در پیمانه بود

ذره تا مهر از آئینه عریان کردند + ما نگشتیم عیان هر چه نمایان کردند

مطلبی گر بود از هستی همیں آزار بود + ور نبود در کنج عدم آسودگی بسیار بود

هر سخن سنجی که خواهد صید معنیها کند + چوں زباں می باید اول خلوتی پیدا کند

در مزاج خلق بیکاری هوس می پرورد + غافلاں نام فضولی را تصوف کرده اند

چشم پوشیدیم یکساں شد بلند و پست دهر + عالمی را شوخی نظاره ناهموار کرد

دل اگر می داشت وسعت بی نشاں بود ایں چمن
رنگ سے بیروں نشست از بسکه مینا تنگ بود

نگار ما ز تماشای غیر مستغنی ست + بروں ز خویش چراغ گهر نمی تابد

دریں زمانه ز بس طبع دوں مزاج گرفت + عنان کسب کمالات سوے ناں گردید

نشد آنکه شعله و عشق بدل فسرده فسوں کند
به زمیں قسم به فلک دوم چه جنوں کنم که جنوں کند

بکدام فرصت ازیں چمن هوس از فضولی اثر کشد
شب خوں به عمر خفته زنم که نفس شراب سحر کشد

نه درست تخمے دریں گلستاں که نوبهاری نه کرد ساماں
هوائے رنگ گلت ز خاکم اگر بر آرد چمن بر آرد

نه تنها از قدح مستی وا ز گل رنگ می جوشد
نوای محفل قدرت به صد آهنگ می جوشد

شوق دیدار سے که از دل بال حسرت می کشد
تا به مژگاں می رسد آغوش حیرت می کشد

بلبل از درد وطن خوں گشت فصل غربتم + بسکه یاد آشیاں کردم قفس هم تنگ شد

غرور عشرت ما را شکست نزدیک ست + دمی که قطره به باد حباب می گردد

خیال زندگی دهدلیست بیدل + که غیر از مرگ مطلبی نه دارد

هر کجا شمع تماشاے تو روشن می کند + از زمیں تا آسماں آئینه خرمن می شود

حسرت منفعت توام بود شکست رنگ ما + وصل می خواستم آئینه به دستم دادند

زندگی شیشه هستی ست که مانند حباب + هر که هست آئینه ای به پیش نفس می گیرد

گو رنگ و چه بو جلوهٔ یار است به بینید + گل نیست همان لاله عذار است به بینید

مرا معاینه شد از اختلاط قمری و سرو + که خاکساری و آزادگی هم آغوش شدند

لب فرو بندیم تا رخ دوی انشا کنیم + بعد ازیں بیداری ما تو با ما و تجاهل می شود

بیدل اثری پرده ای از یاد خرامت + طاؤس بروں آ که خیال تو چمن شد

شاد باش اے دل که آخر عقده ات وا می شود
قطرهٔ ما می رسد جاے که دریا می شود

خمیده پیکرم از انتظار و حال بشب آمد

قدح به یاد تو پر کرده ام بیا که نه ریزم

دریاست قطره ای که به دریا رسیده است + جز ما کسی دگر نخوانده بما رسید

دنیا ز غفلت و عقبیٰ ز غم اعمال + آسودگی از ما و تو چه ایں فاصله دارد

از چرخ نه هر ابله و ناداں گله دارد + جائے گله ایں است که انساں گله دارد

دیوانگاں هزار گریباں دریده اند + دست هوس به دامن صحرا نمی رسد

ہر قدر مژگاں کشای جلوه در آغوش تست

ای نگاه مفت فرصت طالب دیدار باش

یک قدم راهست بیدل از تو تا دامان خاک

بر سر مژگاں چو اشک استاده ای هشیار باش

هرگه روم از خویش بسودای خیالش + طوفاں کند از گرد رهم بوی جمالش

ادب ز شرم نگه آب می شود ورنه + شنیده ایم که بی پرده است دیدارش

سخن نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش + ای ز فرصت بی خبر در هر چه باشی زود باش

دنیا اگر دهند نه جنبم ز جای خویش + من بسته ام حنای قناعت بپای خویش

با هر کمال اندکی آشفتگی خوش است + هر چند عقل کل شده ای بی جنوں مباش

هر دو عالم خاک شد تا بست نقش آدمی

ای بهار نیستی از قدر خود هشیار باش

ز سیر گلزار چشم بستن کسی نشد محرم تسلی + کجاست آئینه تا نمایم چه صبح دارد بهار رنگش

چساں ز خلوت بروں خرامد نقاب نکشوده نازنینی

کرشمه چو موج گوهر بجوم آغوش کرد تنگش

شوخی بر نمی آید دماغ ناز یکتایی + من از حیرت فسردم صفحه احداد بیرنگش

هستی دارم چیر بس از بود و نابود کند یصد آتش قیامت می کنی گر واکنی دود دلش

لطراوت لب معشوق اگر نه در نظر است

ز دیدن گهر و لعل آبدار چه حظ ؟

سوختن آماده باش آگاه هیت غفلت دمید

صبح خود را شام کردی شام می خواهد چراغ

برگیت لبت از چمنستان تبسم + موهبت نگاه تو زعنان تغافل

گرگذشتم بجای بود تقوی کم نبود + امتحان رحمتی دارم گناهی می کنم

دل هر ذره ناآشنا دیدار تو بود + چشم شبنم وهزار آئینه نقصان کردیم

نه تنها نا امید وصل یارم دورم از دل هم + ز لیلی محرمان نصیبم پیش من لیلی ست محمل

به طاؤس دارد محمل بپرواز مشتاقان + به یاد دست هر کجا رفتم به سامان چمن رفتم

گلها به خنده هر زه گریباں دریده اند + من حرفی از لب تو به گلشن نگفته ام

ای برهمن بی خبر از کیش همدردی مباش + پیش ازیں ما هم بت نا مهربانی داشتیم

آمد ز گلشن ناز آں گوهر تبسم + دل از کف تغافل گل بر سر تبسم

تو هم از خود برون آ محو خورشید حقیقت شو

بیک پرواز جزو خویش را گل می کند شبنم

نمی دانم چه نیرنگ است افسون محبت را

که خود را هم تو می پندارم و با خود سخن دارم

بود نو مسلت با بیدا ز شرم اب گردید لیکها از فراقت زندگی کردیم و جانی داشتیم

مقیم وحدتم هر چند در کثرت وطن دارم + بدریا هم چو گوهر خلوتی در انجمن دارم

می گویم و حیرانم می پویم و گریانم + حرفی که نمی فهمم راهیکه نمی دانم

بود عمری به بزم دلبر نکشود نقاب + بیدل این نیز ادا نیست که موج می دانم

قائم بہ سرکہ بی تو بہ گلشن نہ سوختم + گل شعلہ زد و شش جہت دامن نہ سوختم

دیدهٔ انتظار را داغ امید کرده ام + جای قیامت بچشم ما غبار سفید کرده ام

من آن خشو قسم کہ خود را در غبار خویشتن می جویم

مہی در جیب منزل کرده ام ایجادی پویم

رعد نشاط شب کرده آخر فراق یارم + خود را اگر نسوزم شمعی دگر ندارم

من کہ عجز با تو نہ پرداختہ ام + گریہ خود بساختہ ام، ساختہ ام

کز ظرفیم از غفلت خویش است ظرف + دریاست معنی ریختہ از جام حبابم

در وصل ز محرومی دیدار مپرسید + آئینہ نہ فہمید کہ من با کہ دو چارم

بی پردگی معنی آئینهٔ لفظ است + فریاد کہ در ساز نہ گنجید نوایم

لجاست مشترک لفظ و معنیم بیدل + پری متاعم و دکان شیشہ گر دارم

شب کہ آئینہ آن آئینہ رو گرد دیدم + جلوه ای کرد کہ من ہم ہمہ او گردیدم

شدم رازی کہ در گفتن نہ گنجم + ز خم پوشی کہ من در من نہ گنجم

بہ عقدار حزن در عدم خورده باشم + کہ بر خاکم آئی و من مرده باشم

طالب صحبت معنی نظران باید بود + خاک بر صحن بہشتی کہ ندارد آدم

عرصهٔ آزادی از جوش خیالم تنگ بود + بر سر خود دامنے افشاندم و صحرا شدم

بہ لازم با خرد ہم خانہ بودن + دو روزه زی می توان دیوانہ بودن

درین دریا کہ از ساحل تیمم می کند موجش

بہ آب دیده می باید وضوی چون گہر کردن

برنگ غنچہ گر دامان جمعیت بچنگ افتد

دل از اندیشهٔ یک گل گلستان می توان کردن

از چرخ بار منت تا کے توان کشیدن

باید بپاے مردی دست از جہان کشیدن

باطن این خلق کافر کیش با ظاہر صحیح + جلد قرآن در کنار اند و صنم در آستیں

گر باین واماندگی مطلق عنان خواہم شدن + گام اول در رہت سنگ نشان خواہم شدن

بسکہ زیشین کریم نازکی وقت جرم + ور نہ کرم ہمین است عذر گنہ خواستن

گر باین ساز است دور از وصل جانان زیستن

زنده ام من ہم بہ آن ننگی کہ نتوان زیستن

زندگی در گردنم افتاد بیدل چاره نیست + شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

جمال تا نشود مائل نظارهٔ خویش + ز آئینہ نتوان عرض ناز فہمیدن

چنین کشتهٔ حسرت کیستم من + کہ چون آتش از سوختن زیستم من

حیرت آہنگم کہ می فہمد زبان راز من + گوش بر آئینہ نہ تا بشنوی آواز من

ہر چند نیست بے سبب غم گریستن + باید ز شرم دیده بی غم گریستن

تپیدم، نالہ کردم آب گشتم خاک گردیدم

تکلف بیش ازین نتوان بہ عرض مدعا کردن

تب و تاب اشک چکیده ام کہ رسد بمعنی راز من

ز شکست شیشهٔ دل مگر شنوی حدیث گداز من

دریں عبرت سرا عرفاں باہم تازگی دارد + سراپا مغز دانش بو تر از چیزی نفہمیدن

چو دانی رمز و دریا چوں ندارد گوش گویایی + کہ کار رفتار و خس بخود زبان موج فہمیدن

درگذشت وی کشم از روی لقای تو + ای قدم تو بر سرم ای سر من بہ پای تو

در طلسم عجز فرصت حال و استقبال کو؟

شش جہت یک گردش رنگ است ماہ و سال کو

ہرچند در عدم از انجمن جلوہ گاہ او + محجوب است شوق بہ یاد نگاہ او

طریق عشق دشوار است ز آئین خرد بگذر

حریف کفر اگر نتواں شدن باری مسلماں شو

گر از موج گہر نشنیدہ ای رمز خموشش او

بیا شور تبسم بشنو از لعل خموشش او

یکی رہبر تو از کون امکاں شو + جہاں بگذار و خود در خود جہاں شو

بہ فلک چہ ذرہ ناتواں بہ ہوای شوق تو پرفشاں

تو بہار عالم رنگ و بو ہمہ آشیاں طپیدن تو

گر باین رنگ است بیدل رونق بازار دہر

تا قیامت یوسف ما بر نمی آید ز چاہ

بہ محفل شمع تاباں در گلستاں رنگ و بو باشی

الہی، ہر کجا باشی بہار آبرو باشی

گر یک مژہ وا چشم فراہم شدہ باشی + شیرازہ اجزای دو عالم شدہ باشی

بیدل اگر آگہ شوی از عہد محبت + یک زخم بہ عید صبح تبسم نفروشی

بیکسی بی روی تو جنت نبود بیروں زندگی + بر حریفاں مرگ دشوار است بی من زندگی

خاک ما را سجدہ آں آستاں مفت است مفت

صدای غافل کجی ما و کجا افتادگی

ہمیں آوازم از دلہای درد آلود می آید + کہ مرہم شو اگر ہمچو آستان ریش نالی

تا چند ناز خانہ و تیغ جفا کشی + نقاش قدرتی اگر از رنگ پاکشی

ما با دہر در جری است نہ فرق نہ کلاہی + خاکیم بہ ہر قدم خویشتن نگاہی

از جبہہ عبرت سر گفتم چو نرم ندارد زر نعمت آں + حقیقت محرماں گفتند داغ ناشناسائی

طریق کعبہ در ہر آینہ یک نقش نمی خواہد + بہ طرف خانہ دل کوشش اگر پیدا شود نامہ

نہ با صحرا سر کاریم نہ با گلزار سودائیم + بہ ہر جا می رویم از خویشتن بی بالد تماشا

وصل جستم دو جہاں جلوہ دو چارم کردند + چہ قیامہا کہ ندیدم بہ سراغ تمدی

چنیں محو خرام کیست طاؤس خیال من + کہ تا گرد است فردوس از بن ہر موم آغوشی

دریں گلشن زمیں تنگ است بیدل جای آسودن

نگردانید گلہا ہم بی شکست رنگ زانوی

ز تشریف جہاں بیدل بہ عریانی قناعت کن

کہ گل ایں جا ہمیں یک جامہ می یابد پس از سالی

ز رمز صورت و معنی دل خود جمع کن بیدل

بہار ایں جا است سامانش درون بوی بیروں رنگی

انسان

چیست انساں حرف و صوت فارغ از نطق و بیاں
جلوۂ نیرنگی در پردۂ حیرت عیاں
یک نفس پرواز آهنگش ز هستی تا عدم
یک قدم جولان عرش بی نشان تا بانشاں

سودائی تخیل

شب که سودای جمال یار در دل جوش داشت
چشم واکردن زمیں تا آسماں آغوش داشت
شش جهت کیفیتِ رنگِ تحیر بود فرش
هر طرف می رفتم از خود جلوه ای بر دوش داشت
او خرامان بود اگر اشک از نظر می شد رواں
او سخن می گفت اگر دل بر طپیدن گوش داشت

عجز ادراک

بیدل آں گوهر نایاب سراغ
به محیطے است که پرسیدن نیست

عکس افتاده در آئینۂ هوش
گل تواں گفت ولی چیدن نیست
عجز ادراک اگر فهمیدی
معنی ایں است که فهمیدن نیست
نسخه ها در بغل و فهم محال
جلوه ها در نظر و دیدن نیست

جستجو

بحر بیتاب که آں گوهر نایاب کجاست
چرخ سرگشته که خورشید جهاں تاب کجاست
دیر ازیں غصه در آتش که چه رنگ است صنم
کعبه زیں درد سیه پوش که محراب کجاست
ای سمندر به هوس داغِ فروزش آتش کو
ماهیاں تشنه بمیرند دم آب کجاست

ساز هستی

(۱)

ما حریفاں بزم اسراریم
مست بام شهود و دیداریم
جوشِ بحر محیط لاهوتیم
فیض صبح بهار انواریم
اثر و فعل حق ز ما پیداست
بی گماں عرض سرِّ اظهاریم
جلوه فرماست حق بکسوت ما
لاجرم طرفه رنگها داریم
برقِ عشقیم، شعله می خندیم
ابر شوقیم ناله می باریم

(۲)

ساز آفاق جمله خاموش است
این قدر شور زیر و بم مائیم

غیب عرض شهادت است این جا
هستیٔ ظاهر از عدم مائیم

سرنوشتِ رموزِ هر دو جهان
گر کسی می کند رقم مائیم

ابر تحقیق فیض می بارد
عالمی سائل و کرم مائیم

سعیٔ نظر

چشم خواب آلوده ظلمت خانهٔ در بسته است
سیل اگر غافل شود آتش درین بنیاد ریز

در همه آئینه دارِ گوهر راز دل است
یک کف خاکش کن و در رهگذار باد ریز

زندگی بیداری است ایثارِ جان پاک کن
صورتِ مرگ است رنگِ خواب بر اجساد ریز

رنگها در پردهٔ تحقیق مژگان خفته است
هر چه می خواهد دلت زین خامهٔ بهزاد ریز

مدعا این است کز سعی نظر غافل مباش
بر اثرهائے تماشا هر چه بادا باد ریز

جوشِ حیرت

بیار باده که در صیدگاه عالم جوش
بهار می رسد از موج گل کمند بدوش

بذوقِ وصل جنون در قفائے دشت چمن
هوا ز ابر بهاری کشوده است آغوش

پے صبوحیٔ ساغرکشان محفل شوق
نشاط جام بدست است و رنگ باده فروش

دوانده است بصد رنگ ریشهٔ امواج
ز جوئبار رگ گل بهار طوفان جوش

ز گرم جوشیٔ رنگ هوا عیان گردید
که در گرفته در آفاق آتش خاموش

قفائے سلسلهٔ شوق پرده ها دارد
چو عندلیب تو هم بر جنون زن و مخروش

وگر بساز جنون هوش بر نمی آید
نگاهِ آئینه شو کسوتِ تحیر پوش

نسیم عشرت این فصل غنچه در بغل است
نفس به موجِ هوا محو ساز و باده بنوش

بقدرِ چشم کشودن طرب قدح پیماست
ز خواب گر مژه وا کردهٔ به مستی کوش

بیا به سایهٔ فرصت که بو رسد به چمن
همائے رنگ ز برگ گل آشیاں بر دوش

نه برگ دانم و نے رنگ این قدر دانم
که صف کشیده هجوم غبار رفتن هوش

ز سازِ انجمن راز تا چه می شنوند
که گل ز غنچه سر انگشت خود کشیده بگوش

کدام رنگ و چه گل جوشِ حیرت است اینجا
قبائے ناز دریده ست خاک آئینه پوش

حدیث پردهٔ رنگ از که بایدم پرسید
زبان بوئے گل آواز می دهد که خموش

خود شناسی

...وال دیگراں زچہ بر خود فسردۂ | بیدل زخود بگو کہ تو ہم کم بنودۂ
...ریشہ زتخم تو آید بروئے کار | بند نقاب خرمن امکاں کشودۂ
...گ گلکت ہزار چمن عرض رنگ و بوست | آئینہ از خودی و جہلے نمودۂ
...ژگانِ تست بست و کشاد طلسم دہر | اے چشم آگہی بچہ غفلت غنودہ
...عالم تمام عرضِ پیامِ خود است و بس | اے شوقِ نالہ کہ چہ از خود ستودۂ

شانِ فقر

...ے بسا روشن دمے کز بے نیازی ہائے شوق | چوں فروغ مہر بر خاک سیاہ افتادہ است
...ے بسا آئینہ کز کسوت زنگار ریش | یوسفستانے بخلوت گاہ چاہ افتادہ است
...معنی اقبال فکر از غافلاں پوشیدہ اند | ورنہ در ہر خاک چندیں قسمتگاہ افتادہ است
...ہر کجا گرد شکستے سرمہ آراید بہ چشم | بے تامل نگذری آنجا کلاہ افتادہ است
...ذرہ تا خورشید عرفاں جلوہ است اما چہ سود | دیدہ ہائے خلق بر غفلت نگاہ افتادہ است
...عالمے محمل بدوش و ہم جولاں می کنند | کیست تا فہمد کہ منزل ہم براہ افتادہ است

یادِ یاراں

مگو گذشتہ رفیقاں ز دل فراموش شد | کدام نالہ کہ در پردہ اش نمی جوشد
چراغ انجمن حیرت نظر بودند | کنوں بہ پردۂ دل داغہائے خاموش اند
نہ رفتہ اند دریں بزم تا سخن باقیست | ز دیدہ رفتہ حریفاں ہنوز در گوشند

ماتمِ پدر

خورشید مہر امید و فروغ بہ نظر ماند | دریا بکنار دگر افتاد و گہر ماند
آتشکدہ رفت و ز اخگرہ ریخت شرارے | دل آب شدہ قطرۂ خونے بہ جگر ماند
آں سایہ گذشت از اثر دست نوازش | ایں نقش قدم داغ شد و خاک بسر ماند

در صفتِ خرد

آدمی زادہ وارث خرد است | بے خرد غیر نسل حیواں نیست
ہر کجا عقل کردہ است ظہور | مظہرش جز وجود انساں نیست
شاہد عقل چیست شرم و ادب | کز ہر گاہ خر نمایاں نیست
جز ولا ینفک خرد شرم است | لیک ایں وصف در حیواں نیست
کفر محض است بے حیائی و بس | ہر کرا شرم نیست ایماں نیست

شکریۂ گودڑی بہ شکر اللہ خاں

سر زد کہ چشم ہوس از گل و سمن پوشیم — سرے کشیم دریں گودڑی چمن پوشیم

ہوس دمیکہ تمنائے ایں لباس کند — ہزار جاں ہمہ آریم تا بدن پوشیم

اگر بایں ہمہ ہست آب و رنگ عریانی — چہ لازم ست کہ با عیب پیرہن پوشیم

دریں بساط کہ وارستگی ست خلعت ناز — مرقع سحر از بوئے یاسمن پوشیم

قماش مرحمت خاں اگر بایں رنگ ست — چو بوئے گل ہمہ نسرین و نسترن پوشیم

مقام اولیا

از نبید اللہ گرفتاں نصیبہ کسے — جلوہ گاہش آستین اولیاست

آفتاب مطلع انوار ذات — روشن از ماہ جبین اولیاست

مزرع سرسبزی کون و مکاں — تا قیامت خوشہ چین اولیاست

آنچہ می گویند از عرش بریں — معنی فرش زمین اولیاست

غیب در ہر جا شہادت می کند — وسعت آباد یقین اولیاست

گر بہ تفسیر کلام اللہ رسی — لفظ و معنی آفرین اولیاست

ہوش اگر بر اسم اعظم پے برد — یک قلم نقش نگین اولیاست

زبان بیدلؔ

آنچہ کلکم می نگارد محض حرف و صوت نیست
ہوش می باید کہ دریابد زبان بیدلؔ

گر ہمہ جبریل باشد مرغ فہم آگاہ نیست
تا چہ پرواز ست محو آشیان بیدلؔ

گوش دل در حیرت آئینہ خوابانیدن ست
بے نفس دارد تکلم ترجمان بیدلؔ

ہر کہ از خود شد تہی از ہستی مطلق پراست
سجدہ می خواہد حضور آستان بیدلؔ

اعتبارات جہاں از کاہشم افزودہ است
صفر اعداد ظہورم از نشان بیدلؔ

چشم می باید کشودن سرمہ کردن آگہی ست
تالکم دارد درائے کاروان بیدلؔ

از حباب من سراغ گوہر نایاب گیر!
یک نفس چیدست بحر ایجاد کان بیدلؔ

حدیث خموشی

کدام قطرہ کہ صد رنگ در رکاب نہ دارد
کدام ذرہ کہ طوفان آفتاب نہ دارد

کدام غنچہ کہ جوش بہار نیست بہ جنبش
کدام نقطہ کہ جمعیت کتاب نہ دارد

بجائے خود ہمہ آئینہ حقیقت خویش اند
بہ موج حیر کسے نسبت حباب نہ دارد

چہ ممکن ست نگوید سراب با ہمہ خشکی
کہ پیش شوخئ موج محیط آب نہ دارد

دلے تمیز بہ ہر جا کشودہ است نقابے !
غبار و دود نم ریزش سحاب نہ دارد

در آں مقام کہ موج گہر خرام فروشد
درنگ ہیچ کس اندیشہ شتاب نہ دارد

بہ عالمے کہ تواں جوہر نگاہ شمردن
بہ صفر دیدۂ اعمیٰ کسے حباب نہ دارد

سخن اگرچہ معنی ست نیست بے کم و بیشی
غبار نیست خموشی کہ انتخاب نہ دارد

حدیث جوہر آئینہ نیست غیر تحیر
سوال اگر ز خموشی بود جواب نہ دارد

کشمکش

بیدل از خجلت نوایان بساط جرأتم
بادۂ عالم ما و من پر می زنم در سر دلم

رشتۂ سازے بہ قانونِ تحیر بستہ ام
در خموشی نالہ گردیدم در فغاں بے اختیارم

جنبش گرم نفس برہم زند بنیاد من
ور بہ حرف آیم و لب ہائے خاموشم فشارم

زیں قلم در وادئ عمرے ہے طے می کنم
سر نگوں بار گردن سجدہ پیشانی سوار

مہر راستی نگوں شرمندۂ تحریر کرد
سجدہ ہا انجا می کشد خطے بیا العز آشکار

سمان ما لیدم و آفاق گل گردم بہ دہم
گاہ نوزم بو بجولانگاہ شوخی گاہ نار

لے گل کردم نما در نظر گاہ یقیں
داغ موہومے نرفت از خجلت بے رنگی عار

عدم گویم عدم مستغنی است از ما و من
ور ز ہستی دم زنم کو ساز و برگ اعتبار

ہیچ کس چوں من اسیر وہم ایں و آں مباد
تا نفس پیمی زند با خجلت فنا دست کار

پر و بال جنوں پرواز عنقا ہستے ست
اے کریم ایں ہیچ ہیچ ہیچ را معذور دار

محرومی

اے بسا علمے کہ از بے التفاتیہائے خلق
در مزاج معنی آگاہاں ہماں مستور ماند

بیدماغی ہائے مستاں چشم شوقے وا نہ کرد
موج مے در جام مخمور ریشۂ انگور ماند

از گلستاں مایہ حیرت خفتہ پیدائشی ست
عالمے افروخت شمع و ہم چناں بے نور ماند

چشم بندی چوں ہجوم لمعۂ دیدار نیست
با ہمہ نزدیکی ایں برق از نظرہا دور ماند

گر کسے محرم شد اندیشۂ غفلت کراست
حسن از بس بے نیازی داشت نامنظور ماند

اثر صحبت

ریشہ با آب چو ساز د گل اثر گردد   خاک چوں طالب تو رشید شود زر گردد
صحبت صاف دلاں جوہر اکسیر غنا ست   بے صدف قطرہ محال ست کہ گوہر گردد

تحیر زار

تا نفس بر خود طپید در بیخودی غلطیدہ است
تا نگہ بر خویش جنبد حیرتے بالیدہ است

ستر ایں گلزارش خواہد گریباں چاک کن
صبح بر خود دارئ ما غافلاں خندیدہ است

باید از خود رفت تمہید دگر در کار نیست
ہر طرف مژگاں کشائی رنگ مینا چیدہ است

جذبۂ نمو

در قید جسم دل را نشو و نما محال ست
گنج ست دانۂ ما از خاک اگر بر آید

صد گل بہار دارد ایں غنچہ در شکستے
صبحے ست زیں گریباں یک چاک اگر بر آید

پیچ و خم نفسہا دام رہ است بگسل
مے نشہ است ما را از تاک اگر بر آید

ازماست که برماست

زچشم طالبان دانش آہنگ   مبادا محتجب اسرارِ نیرنگ
که در آفاق ہر جا کوہسار یست   غبار انگیزئ ابر بہار یست
بہ ہر جا نقش ابرے یا شکوہ است   ہمیں تمثال شوخیہائے کوہ است
دریں وحشت سرا پژمردگی نیست   ہمہ آزادی است افسردگی نیست
زمیں گیری کہ دارد سر گرانی   تلافی جوست از فیضِ روانی
اگر کوہ از فسردن شد زمیں گیر   نہ شد نومید از امداد تقدیر
برنگے کرد یاد ماندگی صبر   کہ آخر ریخت رنگ وحشت ابر
فسردن زیں صفت مطلق عناں شد   جنوں کردو بایں صورت رواں شد
بخارے کز دماغِ شوق انگیخت   بہ اشک اول برنگِ خویشتن ریخت
معیں شد بہ طبع معنی اندیش   کہ سیر خلق بیروں نیست از خویش
ہمیں یک نامہ در کہسار پیداست   کہ برما انچہ می آمد ہم ازماست

کرشمۂ نگاہ ناز

تا دو بہار ناز کرد آں نرگس مستانہ ام   شوق بہ جشنے زد کہ می چید اشتم میخانہ ام
باز شد بے پردہ دیگر تاب خودداری کراست؟   اے رفیقاں نوبہار آمد کنوں دیوانہ ام

قدر و قیمت شکست

شنیدم کہ شیخ زماں بایزید   شبے داشت با عشق گفت و شنید
بہ بحر حضورِ حقائق شہود   خیالش نقابِ تمنا کشود
کہ یا رب چہ آرم من بوالفضول   کہ یابد دریں بزم رنگ قبول
ندا آمد از حضرتِ ذوالجلال   کہ فرش است انجا دو عالم کمال
زجنس عبادات علم و عمل   مبرا است ایں کشور بے خلل
متاعے بہ جز نقص در کار نیست   کمال ترا کس خریدار نیست
زجنس شکست آنچہ پیدا شود   بریں آستاں قیمتش وا شود
شکست تو انجا درستی نماست   کہ بحر کرم سر بسر مومیاست
محیطیکہ رنگ گہر نقش بست   نخواہد ز امواج غیر از شکست
سلامت نمی زیبد از ساز موج   شکست است انجام و آغاز موج

براں گل کند گریہ ابر بہار
کہ رنگ شکستن نہ کرد اختیار

تامل و تفکر

خاک بودیم از بہار جلوۂ ساغر زدیم
دیگراں گلچیں شدند و ما چنیں بر سر زدیم

غافلاں از گفتگو رفتند تا موج و حباب
ما چو غواص از تامل بر سر گوہر زدیم

چوں سحر بر آسماں بردیم گرد خامشی
یک دو چیں از نالۂ داماں نفس برتر زدیم

ہم چو شمع آخر سراغ ما بہ بیرنگی رسید
ہم دریں محفل قدم بر عالم دیگر زدیم

ذوق و شوق

یاد ایامے کہ جاں مشتاق و دل مدہوش بود
ہر نشہ وا کردنی تمہید صد آغوش بود

تا چہ پیوند از تغافل ہو بہویم داشت چشم
تا چہ فرماید تبسم عضو عضوم گوش بود

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

الہی تہمت آباد ظہوریم — زہستی تا عدم یکدست دوریم
کمند نارسائی صید آہیم — چراغ خامشی برق نگاہیم
سراپا اشک بیتابی عنانیم — قدم پیمانۂ ناز خود روانیم
عنان ما ندارد جز چکیدن — دلیل ما کہ غیر از نارسیدن
دریں دریا شکستن میرود بیش — چہ خواہد موج از بیتابی خویش!
طلب سرمایۂ شوقیم، ما کو — اقامت آرزو داریم، جا کو!
نہ پائے رفتن و نے جائے ماندن — دریں رہ حیف رفتن، وائے ماندن

حیرت و بے خودی

…لا در رفت و بے خودیم در کنار ماند — تمثال جست و آئینہ حیرت شکار ماند
…اں دامنے کہ بر من بے دست و پا فشاند — در عرصۂ خیال رمے از غبار ماند
…گاں خبر در صرفۂ آغوشی از وصال — آخر نصیب دیدہ ہماں انتظار ماند
…ں صبح تا نفس زدہ ام سینہ می درم — فرصت چہ جام داشت کز واں خمار ماند
…وں سراغ جلوۂ او حیرت من است — زاں شعلہ رمیدہ ہمیں داغدار ماند

چہ می پرسی

حباب از بحرِ گوہر خیز نتواند نشان دادن
سراغِ عالمِ دل از منِ بیدل چہ می پرسی

رگِ ابر از فشارِ ریشۂ پژمردہ نکشاید
اثر ہائے غنا از طینتِ سائل چہ می پرسی

سپندم یک طپش عرضِ نوائے سوختن دارد
ز برقِ فرصتِ خود داغم از محفل چہ می پرسی

خط و ہم نفس ناخواندہ با معنی چہ پردازم
ہنوزم جادہ ناپیداست از منزل چہ می پرسی؟

طرف خود ست در تحقیقِ اسرارِ حق اے غافل
بہ حق ہم گر خطابِ تست از باطل چہ می پرسی

نقاب و جلوہ ہر یک محو نیرنگِ خود است اینجا
ز لیلیٰ پرس حالِ لیلیٰ از محمل چہ می پرسی؟

مردانِ کامل

دلاوراں کہ مہیائے سازِ جنگ خود اند
بہر نفس زدنے چوں حباب سنگ خود اند

چوں صبح جوہرِ فتح از جبین شان پیداست
ز بسکہ آئینہ دارِ شکستِ رنگ خود اند

شکستہ اند طلسمِ غبارِ ہستیٔ خویش
کلاہ فخرِ جہانند لیک ننگ خود اند

دیارِ متھرا

در زمینے کہ محبت اثرے کاشتہ است
گرد او خرمنِ چندیں طپش انباشتہ است

بر بہارے کہ ازیں کوچہ وزیدہ است نسیم
جگرِ چاک ز صبحش علم افراشتہ است

ہمہ تن شوق شود وادیٔ مجنوں دریاب
مشہدِ سوختگاں بوئے دلے داشتہ است

مدّعائے نیرنگی

رنگہا آئینۂ تربیت بے رنگی ست — گر نظر محرم کیفیت اسباب شود

نہ ہمیں تاک دریں میکدہ مستی دارد — ہر دلے را کہ گداز ند مئے ناب شود

سایہ را جبہ بشویند ز سرچشمۂ نور — تا ہماں پرتو خورشید جہاں تاب شود

ابر چشمے نہ فشارد ز غم دوریٔ ہجر — خاک نم ورزد و عرض گل سیراب شود

بحر جوشے نہ زند موج بہ طوفاں آید — موج پیچیدہ بہ خود مایۂ گرداب شود

انتظار ہوس گل کند از پردۂ شوق — نا امید آئینۂ دیدۂ بے خواب شود

مدعا زیں ہمہ نیرنگ جز ایں نتوا الفت — گر دلے خوں بچکد تا بہ جگر آب شود

طالب صلہ

اے بہا معنیٔ روشن کہ ز حرص شعرا — خاک جولانگہ اسپ و خر اہل جاہ است

اے بہا نسخہ کہ در مکتب تشویش طبع — رو سیاہ ابد از مدح وزیر و شاہ است

مدعا مشتاق گدا طبع ز مضمون بلند — گر ہمہ پائے بہ افلاک نہد در چاہ است

مرجع معنیٔ ایں ست خیالاں دریاب — تا بدانی چہ قدر فطرتِ شاں کوتاہ است

مادحِ اہل صفا باش کہ در علم یقیں — وصف ایں طائفہ تفسیر کلام اللہ است

انجام کار

چشم بر وضع جہاں وا کردہ ہشیار باش
کایں ہمہ ہنگامۂ عشرت بہ غم خواہد کشید

حسن رنگیں خواہد افگندن ز نیرنگی نقاب
قامت رعنا بہ پستی ہا علم خواہد کشید !!

می رسد آخر صف برگشتۂ مژگاں بہ خاک
واں درازی ہائے گیسو تا قدم خواہد کشید

ابروئے پر خم کہ ناخن بر جگرہا می زند
عاقبت با ناخن پا سر بہم خواہد کشید

بر نقوش اعتبار اے کہ دارد ما و من
مرگ از یک جنبش مژگاں قلم خواہد کشید

چشم وا کردی ز ماتے گوش می باید شدن
شوخیٔ ایں جلوہ تا افسانہ ہم خواہد کشید

حیرت شبنم دریں گلزار دارد چشمکے
کایں ہمہ الفت نگاہی ہم بہ رم خواہد کشید

عبرت آباد ست ایں جا عاقبت وارفتگی ست
ہر کہ دل برایں وآں بندد الم خواہد کشید!

سبکروحی

بیک دو روزہ سرو برگ زندگی مپسند
کہ بہر خلق پئے سود خود زیاں باشی
اگر غبار شوی خود دامن خود باش!
چناں مباش کہ تشویش دیگراں باشی
نفس بدوزد و سبکروح زندگانی کن
مباد بر دلِ آئینہ گراں باشی

بے بصری

افسوس کہ ما دامنِ پندار گرفتیم خورشید عیاں بود شب تار گرفتیم
از غفلت دل معنیٔ بے پردہ نہاں ماند صد جلوہ ورا آئینہ زنگار گرفتیم
در گلشن تقلید نشستیم بہ تقلید آئینہ ہمہ زنگست کہ دیدار گرفتیم
بجاں بود کہ ما تبسم نمودیم تصور گل بود کہ ما کج نظراں خار گرفتیم

عالم ہمہ یک نسخۂ آثار شہود ست غفلت چہ فسوں خواند کہ اسرار گرفتیم
آثارِ او اوہام نمودیم یقیں را یعنی ز تامل رہِ گفتار گرفتیم
سودائی وہم ست تخیل چہ تواں کرد از تنگیٔ دل خانہ بہ بازار گرفتیم

بہ قصیدہ گویانِ سلاطین

اے کہ تعریفِ سلاطیں کردۂ مشقِ تعلیمِ شیاطیں کردۂ
چیست تعلیم شیاطیں؟ حبِ جاہ اے شیاطیں مرشدت روئے سیاہ
فخر طبعت مدح شاہے بیش نیست کاں ہمہ تخت کلاہے بیش نیست
ابتدا ازے تا بداق شاہ کیست؟ ایں قفس پر تدرہ وہم جاہ کیست
بر سرش افتادہ آں زریں رخام! آمدہ پایش بہ سنگے تخت نام
تخت سیم و افسر زریں دو سنگ او چو آتش در میان ایں دو سنگ
فی الحقیقت آتش است آں شاہ نیست لیک ہر آتش پرست آگاہ نیست
قرب ایں آتش بلائے جانِ تست برق دین و خرمن ایمانِ تست
گر بہ بزم شاہ قرب اندیشۂ بیگماں زردشت کافر پیشۂ
رفتہ گیر آئینہ دینت ز دست
نیست ہر گو حق پرست آتش پرست

سراب نظر

همه غیب است شهود اینجا نیست — جمله خفاست نمود اینجا نیست
اصل هر سوسن و گل نیرنگیست — جز همین سرخ و کبود اینجا نیست
شعله خاکستر محض ست آخر — جز دمے گرمی و دود اینجا نیست
نتوان جلوهٔ مطلق دیدن — آنکه این پرده کشود اینجا نیست
اعتبارات همه اوهام اند — تو عدم باش وجود اینجا نیست

مذمت نفاق

دل نفاق پرست آفتِ بنائے وفاست
حذر کنید از آن پنبهٔ شرر آلود

اگر نگاه تنزه سراغ جلوه اوست
نمی توان به تماشائے نوبهار آلود

چه جائے غنچه نفس هم ز دل برون آرند
خیال دوست مبادا شود غبار آلود

خود ناشناسی

چرا اے دل به داغ بے تمیزی آشنا گشتی
کدامی پرده چشمت بست کز تحقیق وا گشتی

نگه گردید آغوش و در داغ حق شناسی ها
سراپا یک عمل بودی چو چشم وا کردی جدا گشتی!

کدامی غول در صحرائے گمراهی دلیلت شد!
که از منزل گذشتی طالب مردم گیا گشتی

سرت از تاج "کرمنا" گرانی داشت اے غافل
که فرش انتظار سایهٔ بال هما گشتی

تمنائے مطیعی را و داغ صد حرص و حسد کردی
بخود لختے تامل کن چه بودی تا چها گشتی

حبابے بے چه مغزے نقش هستی آخر اے گوهر
صفا در تیرگی بستی بنا گشتی برایها گشتی

به فهم شیشهٔ آئینه اسرار هستی شو
چه قدر ذره دانستی بخورشید آشنا گشتی

خواب و بیداری

چیست بیداری ز باغ دہر ظن گل چیدنی
خواب، یعنی از غبار خود نگہ در دیدنی !

کبر و ناز آئینہ نقشے کہ نتواں بست ہیچ
ما و من تعبیر خواب دیدن و نادیدنی

صد رہ از کم وسعتیہا سے ظہور افگندہ ایم
بر رخ عالم نقاب از یک مژہ پوشیدنی

ساز ہستی و عدم بست و کشاد چشم ماست
خواب و بیداری ندارد بیش ازیں فہمیدنی

فہم راز

بہ فہم راز گوش ہوش می باید نہ گوش خس
کہ ایں حرف نکو بار شنیدن برنمی دارد

بہ گلزار جہانم جلوہ ہا آمادہ است اما
گل آنجا رنگ و صبح آنجا دمیدن برنمی دارد

بروئے ہر دو عالم بستہ مژگاں و معذورم
بہارے در نظر دارم کہ دیدن برنمی دارد

حیرت نظارہ

اے خوش آں حال کہ چوں بر تو نظر بکشائیم
ہر نفس چوں نفس از خود بروم و باز آئیم

جلوہ ہات ہر قدرم ساغر نیرنگ دہد
از تحیر چہ شناسم کہ چہ مے پیمائیم !!!

شوق ہر چند دو عالم کند از من لبریز
جز در آغوش تو خالی ننماید جائیم

بہ خیال تو چناں گم شوم از ہستی خویش
کہ عدم ہم نتواند کہ کند پیدا ایم !

عرفان خویش

اے کہ از فہم حقائق دم زنی خاموش باش
عمرہا باید کہ دریابی زبان خویش را

روزگارے در قضائے وہم باید تاختن
تا دریں صحرا بدست آری عنان خویش را

درہوائے بے نشانی تا نہ گردی بے نشاں
سخت دشوار است پے بردن نشان خویش را

مدتے برہم زدن دارد تماش خوب و زشت
تا شناسی جنس موہوم دکان خویش را

جوہر ذاتی

ہمچو شبنم از تامل دیدہ گر وا کنی !!
برگ برگ ایں چمن جز لوح استعداد نیست

جوہر ذاتیست موزونی نہ کسب عارضی
گل بہ سعئ پرفشانیہا چو سرو آزاد نیست

باغباں گر خوں خورد ابر آبرو بر خاک ریز
نیست گل غیر از گل و شمشاد جز شمشاد نیست

ہم بہ قدر صافی است آئینہ تمثال آشنا
فہم ذاتی گر نہ باشد ہیچکس استاد نیست

موجہا یکسر بہ تیغ شوخئ خود بسمل اند
دل تپش فرساست اینجا حاجت ارشاد نیست

مثنوی

طوفان بہار

تعالی اللہ چہ طوفان بہار است — کہ چوں گل شش جہت گل در کنار است
اگر خاک است جولانگاہ سوداست — دگر آب است موج طپشہاست
ز رنگ و بو جنونے خفتہ یکبار — بشور خندۂ گل گشتہ بیدار
گریباں چاکئ آئینۂ خاک — سحر جوشاندہ از تمثال افلاک
بہ ہر سو حیرتے وا کردہ آغوش — جہاں در جیب مجنوں می زند جوش
درو دشت از ہجوم رنگ باغیست — چو گل یکسر جنون تر دماغیست
طراوت بسکہ شوخی کرد بنیاد — فلک کشتی بہ طوفان ہوا داد
ز گل جا بر چمن شد ایں قدر تنگ — کہ چوں بو بر ہوا بست آشیاں رنگ
بہ لوح بیدلی دارد کشوش — نگہ از رنگ گل چوں موز آتش
عروقے کز دل بیروں شتابد — ز گرمی رنگ و بو در سرمہ خوابد
جنوں بیدلی بر خویش بالید — سویدا دستگاہ ابر گسترید

نمی از دامن مجنون فشردند / شفقها شعله بر افلاک بردند
کجائی اے ز ساز رنگ غافل / ز چشم بسته منشیں دست بر دل
دو عالم نیست غیر از یک جنوں تند / شگفتنهاست مژگاں بستنت چند
تبسم بسکه می بارد به افلاک / سحر گردیده چیں دامن خاک
ز عطرست آں همه سرمایۂ گل / که بوئے مشک دارد سایۂ گل
به وصف ایں بهار رنگ و بو خیز / نفس چوں رشتۂ شمع ست گلریز
قلم تا حرف رنگیں می نگارد / رقم جوشش پر طاؤس دارد
بهار اینجا نشد آئینه پرداز / نگر در کسوت کیفیت ناز
تراشیده است حسن گلعذارے / ز هر کیفیتے آئینه دارے
همه حسن است از حیرت خبر گیر / نگه مجنوں کن و لیلیٰ به بر گیر
به هر جا شبنمے وا کرده مژگاں / بایں رنگست حیرانی پرافشاں
که ما را نیست جز شوقی فزودن / مگر آئینه از زنگے زدودن
دریں حیرت سرا دارد مهیا / نگه از جلوه سامان تماشا
متاع حسن یکسر باب عشق ست / جهاں آئینه اسباب عشق ست
اگر طوقے ز قمری سر بر آرد / ز شمع سرو دود حلقه دارد
وگر پروانه داغ چیده باشد / چراغش پرتو بخشیده باشد

نواهائے پئے منقار بلبل / صدائے چیده از تار رگ گل
نفس در دیده دارد شوخی رم / ز بوئے گل نگه در چشم شبنم
سحر را از هجوم شوق بیتاب / نفس در رنگ شبنم میشود آب
هوا هم تا به گلشن راه دارد / شفق در آستینِ آه دارد
ز بس شوق ست اینجا عیش تمهید / چو شمع از خارها گل می تواں چید
ز ساماں جوشئ عیش مرتب / چو گل خمیازه دارد جام بر لب
دریں گلشن به هر جا آرزو نیست / اسیر الفت ایں رنگ و بو نیست
همه گر وحشت اینجا سر بر آرد / ز الفت رشتۂ شیرازه دارد
پرافشانست شوق رنگ و بو نیست / تمنا جز حصول آرزو نیست
نگه از خود تماشا آفریں است / مژه باید گشودن جلوه اینست
چمن زاداں همه حیران خویش اند / حباب جلوۂ طوفان خویش اند
به عشق قامت خود کرده آزاد / ندارد از بهار رنگ و بو یاد
ز بس رعنائی خود کرده مستش / ز خود در گردن یار ست دستش
فشاید از خیال خود بروں جست / هجوم حیرت است آئینه در دست
تامل کن اگر فهمیده ئے هست / که با هر برگ دست و دامنے هست
ز جیب غنچه بوئے دارد آواز / که اے غفلت نوایاں جنوں ساز

فکر زنجیرے کہ آہنگ داریم — بہ صدا آغوش خود را تنگ داریم

بعرض راز تا سوسن زند جوش — زباں در سرمہ می غلطد کہ خاموش

جہاں گوش سخن فہمے ندارد — مبادا گفتگو دردِ سر آرد!

بخود پیری زند نکہت کہ بس کن — خرد دیوانہ شد ضبط نفس کن

بہ ضبط خود سحر وا کردہ آغوش — ہوا ہم در پئے خود رفتہ از ہوش

دریں فصل نشاط مستی آہنگ — کہ می جوشد جنوں در کسوت رنگ

دلے داری تو ہم یک غنچہ خوں کن — بہ جیب خویش طوفان جنوں کن

برنگ گل ز عریانی قبا گیر — ز جیب پارۂ داماں ہوا گیر

چہ لازم با خرد ہم خانہ بودن — دو روزے می تواں دیوانہ بودن

بہ گل باید شد از جام ہوا مست — دلے چوں غنچہ باید دادن از دست

بہ فکر خانماں پرداختن چند — متاع وہم و ظن تا باختن چند

بجو بوئے گل بہ پرواز جنوں آے — بخود تا وارسی از خود بروں آے

نشاط امروز در رہن جنوں ست — خرد از جرگۂ عشرت بروں ست

بہ پرہیز از کشاکشہائے تدبیر — مبادا بگسلانی ربط زنجیر

بہ فرق ابر چتر از دود سوداست — ہوا از بوئے گل زنجیر در پاست

کنوں اندیشۂ فرزانگی چیست — گلے رنگیں تر از دیوانگی چیست

بہ ہر رنگ از بہار زندگانی — جنون دستہ کن گرمی توانی

پئے ہر ساز بے آہنگ شتاب — نوائے بلبل از زنجیر دریاب

نے از نالۂ زنجیر آگاہ — کہ بر آہنگ ساز خود کشی آہ

کجا آہنگ کو سازے جنوں ساز — بہ زنجیریست افشا نیست آواز

رہ زنجیریست ایں جانے جنونے — خیال از وہم می خواند فسونے

نفس زنجیر ما آواز زنجیر — بہ تحریر نغمہ ایم از ساز زنجیر

ہم زنجیر ما از نالہ بیش است — سپند از شعلہ آواز پیش است

نواہے زندگی خواہے فنا گیر — صدائے موج زنجیر ہوا گیر

ز زنجیرے صدائے دام کردند — خیالے را تعلق نام کردند

تعلق جز فسون وہم و ظن نیست — جنون فرصت است ایں ما و من نیست

چہ فرصت فکر اوہام تعلق — بجز ما و من ہمیں دام تعلق

تعلق محشر طوفاں فروشیست — بہ زنجیر ایں قدر غوغا فروشیست

بجہاں ایں ساز دارد مایۂ شور
الٰہی خانۂ زنجیر معمور!!

مرثیہ شاہ جہاں

یاد آں موسم کہ بی وہم بہار و فصل دی — داشت مینای فلک جام طرب لبریز می
انجمن نازاں ز چین غنچہ‌اں طراوت گل‌فشاں — شاخ گل رقاص و بلبل بستہ در منقار نی
دور سعدی بود بیجا امن و ایام شریف — خلق خوش عہد خدا از عدل شاہ نیک پی
بہر تاریخ وصالش از خرد کردم سوال — گفت بیدل "بر سریر قرب یزداں جا گرفت"

مرثیہ فرزند

ہیہات چہ برق گلستاں رفت — کاشوب قیامتم بجاں رفت
گر تابی بود ور تواں رفت — خلقم زیں کہنہ خاکداں رفت
بازی بازی بر آسماں رفت

ہر گہ دو قدم خرام می کاشت — از انگشتم عصا بکف داشت
یارب بچہ علم بہ وحشت افزا شد — دست از دستم چگونہ برداشت
بی من بہ رہ عدم چساں رفت

یاد ایامیکہ

یاد آں فرصت کہ عیش رائگانے داشتیم — سجدۂ چوں آسماں بر آستانے داشتیم

یاد آں سامان جمعیت کہ در صحرای شوق — بس کہ می رفتیم از خود کاروانے داشتیم
یاد آں سرگشتگی کز نیستی چوں گرد باد — در زمین خاکساری آسمانے داشتیم
یاد آں غفلت کہ از گرد متاع زندگی — عمر واماندہ چیدہ بود و ما دکانے داشتیم
ای بہ عمر بے خبر از کیش ہمدردی مباش — پیش ازیں ہم بابت نامہربانے داشتیم

جرأت پرواز ما جائیست بیدل ورنہ ما
در شکست بال فیض آشیانے داشتیم

بہار میوات

صبح کشور میوات یاسمن بہار است ایں
بوی نازی آید جلوہ گاہ یار است ایں

شاہد جہاں دارد عیش تو بہا دارد
عشق تو بہا دارد بجز [illegible] است ایں

ابر شوق می بارد سبزہ حسن می کارد
رنگ ہم دلی دارد طرفہ گو بہار است ایں

گر گل چمن روید با نفس سخن گوید
دل بدیدہ می گوید رنگ آں نگار است ایں

خرمی چمن پیراست بادش گل شگفته پیداست
رنگ و بو جهاں برجاست بی خزاں بهار است ایں

نقش جوهر کامل کیست تا کند باطل
ایں چراغ دایں محفل فضل کردگار است ایں

کام دل گل و دامن آرزو طلب خرمن
چشم بی دلاں روشن مژده انتظار است ایں

تاب خودداری

تا دو چار ناز کرد آں نرگس مستانه ام
شوق جوشے زد که عمرها داشتم میخانه ام

یار شد بے پرده دیگر تاب خودداری کراست
اے رفیقاں نو بہار آمد کنوں دیوانه ام

چه سود

کدام نقش که در کارگاه عالم نیست
چو رنگ و بو که دریں مرغزار خرم نیست

جهاں طربکده ها داشت ست لیک چه سود
بهشت انجمنِ اتفاقِ آدم نیست

طوفان تغافل

از کتاب بیدلے یک نقطه گر آید بدست
نسخه آتش توان زد تخته ها باید شکست

صد چمن باید به طوفان تغافل دادنت
تا بجوشِ دل توانی اینقدرها رنگ بست

تمنا

چه سازم تا توانم ریخت رنگ سجده در کویش
سر افتاده دارم که پیشانی ست زانویش

بهار آلوده رنگ تمنایت ولے دارم
که گر سیر گلے در خاطر افتد میکنم بویش

حیا

عارفی وا داشت درس نسخه دید — سائلی معنی حیا پرسید
گفت در خودنگاه دزدیدن — یعنی از غیر چشم پوشیدن

حسرت

بهار رفت و گل افشانی و داغ نماند
شراب در قدح و نور در چراغ نماند

معاشران سبک تازین جهان رفتند
بغیر آب روان یک گلی به باغ نماند

کجا رسم

چو سرشک بی سر و پایم قدمی خود به هوای تو
که به زار آبله عرق بگداختم ز حیای تو

نه به دل ز عجز رسا رسم نه به بزم آئینه دار رسم
بکجا رسم که بجا رسم من بیدل از همه جای تو

چه غم

چرا تو ذره را اسیر غم و فکر بیش و کم داری
گر انگیناره ترا احتیاج ابروتا که دم داری

مشو بی دست و پا از مفلسی بی کسی هرگز
مگر نشنیده ای بیدل، خدا داری، چه غم داری

اثر قابلیت

فانوس شمع را اثر قابلیت است — بیرنگ، هیچ جلوه مصور نمی شود
از شعله کسب نور چراغ فسرده را — بی روغن و فتیله میسر نمی شود
ساحل که اصل طینتش از جوش تشنگی ست — دریاست در کنار و لبش تر نمی شود
آئینه آب دار و دم آشکار نیست — در سنگ آتش است مصور نمی شود
صدیق دار فیض ازل نتیجه هاست — بوجهل راز دار پیمبر نمی شود

جوش طبیعت

چه سحر مشربی اے بیدل از بدیع نگاری
قیامت انجمنی با بهار فتنه غباری
هزار رنگ صد پرده تا گلی بدر آری
نساز قلقل یک شیشه دلی که نداری
به طبع تست فروشی که کوهسار نه دارد

شہر آشوب

دہر بر فرقِ جہانی خاکِ ننگ و عار ریخت
معجزی را بہمن کردہ بہ سر دستار ریخت
مادہ نر گردیدہ، نر بر مادگی یک بار ریخت
دورِ اقبال ہما برگشت و ایں ادبار ریخت
سایۂ بالِ زغن افتاد بر شاہ و سپاہ

روز تا مجلس فروزد شمع نی جوشد ز شب
می کند شب از عمودِ صبح سامانِ طرب
ایں چہ جور است ایں چہ طور است ایں چہ دور است ای عجب
زن پئے تسکینِ شوہر ہر طرف شوہر طلب
ہم چناں مرد از برای خدمتِ زن مرد خواہ

نیر ہنجای عدل در آفت گم و ویرانی کمیں
گشت از ناایمنی معمورہ ہا صحرا نشیں...
دادرس گردید از خوابِ گراں گاوِ زمیں
ہر کہ نالد خلقِ مسکیں در چنیں دورِ لعین
ابر خشک و خاک بے نم وای بیرمشت گیاہ

وحشتِ کارِ جہاں را با توقف کار نیست
انچہ امروز است فردا گشتنش دشوار نیست
گرمیٔ ہنگامۂ طولِ امل بسیار نیست
تا سحر زیں شمعِ اقبالی کہ عزاو باد نیست
می دمد داغ از سر بیرون می چکد مغز از کلاہ

داد نومیدی جہانی را بہ سیلاب گذار
عالمی آوارہ شد زیں غافلِ بی امتیاز
کاشکے از پا نشیند ایں غبارِ ہرزہ تاز
لعنت اللہ بر تعیں گر بایں وضعست ناز
خاک بر فرقِ بزرگی گر بایں رنگست جاہ

شاد باشید ای جواں مردانِ تمکیں آب زنگ
بر صفای نشأ اوقات مپسندید زنگ
گردشِ احوالِ نامرداں نمی خواہد درنگ
زود برہم می خورد ایں مجمعِ اشرارِ ننگ
قلبتاں تا کی بہادر ز نجلب تا چند شاہ

(یہ شہر آشوب کلیات کے کسی نسخہ میں نہیں ۔ روحِ بیدل مصنفہ ڈاکٹر عبدالغنی مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور سے منقول ہے)

از هر چه به عرصهٔ نمو می آید — یا رنج بساز گفتگو می آید
گر چشم کنی باز جهانش پیداست — در گوش کنی صدائے او می آید

همت که خیال پیش و پس می بندد — احرام یقین با هوس می بندد
با این هستی چو نیست کو آگاهی — بر هیچ ست طلسمے که نفس می بندد

بیدل چه تحیر رقم گفت و شنید — حرفے چو کاف و نون مگر جلوه پدید
از خواندن این دو حرف اسرار معان — فهمیدیم آنچه هیچ نتوان فهمید

بیدل جمعے که مرترا می خواهند — معراج کمالات از خدا می خواهند
اے حیرت محض این چه جوست آخر — کز بهر تو دیگران دعا می خواهند

گر سایه بشخص باز گردید چه شد — در عکس ز جلوه دور بالید چه شد
حق از عدم و وجود ما مستغنی ست — خورشید اگر شعاع خندید چه شد

هر ذره پیام سازے دارد — هر گرد سراغ تنگ تازے دارد
عارف سبب گرنه چه گوید با خلق — دریا عرق طبیعت گدازے دارد

هر جا که در رحمت فلک باز کنند — مردم قانون جستجو ساز کنند
تو هم فلک بدست گیر و دست همت — دنیا طلبان بازوی آغاز کنند

امروز که وقت طوف مقصود رسید — خلقے محمل به جانب کعبه کشید
ما که سراغ تو به دل یافته ایم — ما چاره به گرد خویش باید گردید

سامان تو آن عقده بهم نیا گردد — گر قطره رسد بحر به دریا گردد
از تخم نهال تازه نهال آید و نخل — آن نخل به خود بالد طوبی گردد

عید آمده تا در طرب بکشائید — در ساغر ماه باده ها پیمائید
یا رب بدعائے میکشان تا دم صور — چون نور هلال رونق افزائید

ساغر ز نگ چشم فتان تو بود — مے طرز نگاه نشه عنوان تو بود
دیوانه ز میکده تا پائے خمش — دیدیم همان سایهٔ مژگان تو بود

دل محو حباب کبریا باید کرد — خوش باید بود عیش ها باید کرد
بیدل کارے دگر نه آرز اینجا — جز آن که دعاهائے شما باید کرد

نیک و بد کارخانهٔ کون و فساد — نالان کمائے وائے زندگی رفت بباد
غافل کند این قلمرو وهم ایجاد — کس هیچ نداشت ست بر باد چه داد

نازش نفسے که طبع موزون دارد — صد غنچه بهار از دل پر خون دارد
تسخیر پری زاد سخن آسان نیست — اینجا نفس سوخته افسون دارد

عالم نه بلندی و نه پستی دارد — دل عالمے محو خود و مستی دارد
اندیشه حرم مقصد دل عشق تو هست — این آئینه سخت خود پرستی دارد

فرصت داری ز آگهی کار مبند — بر آئینه ات تهمت زنگار مبند
هر چند که بود یک مژه وا کردن چشم — باز ست در عمر ز بنا ر مبند

قومے به تماشائے زیب مال خوش اند — قومے به تماشائے خط و خال خوش اند
بیدل همه با خیال بینی بجند — خوش حال کسانیکه بهر حال خوش اند

در کسب دل عالم گند باید کرد — فعل بد خویش را بد باید کردم
آئینه شوق بیصفا باید داشت — دیدے رخ یار را نظر باید کرد